ماہنامہ

مصباح

مجلة "المصباح" ملحق مجلة "البشرى" (باللغة الأردوية)

شمارہ:43 اگست ۲۰۱۲ء بمطابق شوال ۱۴۳۳ھ



علمی اور فکری ارتقاء: ایک ضرورت

IPC
لجنة التعريف بالإسلام
ISLAM PRESENTATION COMMITTEE
جمعية النجاة الخيرية

جمعية النجاة الخيرية
الكويت

43 agust2012.indd 1 9/12/12 5:28 PM

﴿يُرِيْدُونَ أَن يُطْفِؤُواْ نُورَ اللّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَيَأْبَى اللّهُ إِلاَّ أَن يُتِمَّ نُورَهُ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ، هُوَ الَّذِىْ أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُون﴾

(سورۃ التوبۃ 32_33)

ترجمہ: ''وہ اللہ کے نور کو اپنے منہ کے پھونکوں سے بجھا دینا چاہتے ہیں، مگر اللہ اپنے نور کو پورا کر کے رہے گا، چاہے کافروں کو کتنا ہی ناپسندیدہ کیوں نہ ہو۔

وہ اللہ ہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا ہے تا کہ اسے دوسرے سارے ادیان پر غالب کر دے، اگر چہ مشرکین کو نا گوار گذرے''۔

نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

43 agust2012.indd 2 9/12/12 5:28 PM

مصباح

ماہنامہ

شمارہ:43 اگست ۲۰۱۲ء بمطابق شوال ۱۴۳۳ھ

سرپرست اعلی

محمد اسماعیل الأنصاری

نگران عمومی

خالد عبداللہ السبع

ایڈیٹر

صفات عالم محمد زبیر تیمی

معاون ایڈیٹر

اعجاز الدین عمری

IPC
لجنة التعريف بالإسلام
ISLAM PRESENTATION COMMITTEE
جمعية النجاة الخيرية

رابطہ کا پتہ

پوسٹ بکس نمبر: 1613 صفاۃ 13017 کویت

فاکس : 22400057

فون نمبر : 22444117 EXT. 104,160

ایمیل : safatalam12@yahoo.co.in

ویب سائٹ: www.misbahmagazine.com

ہاٹ لائن رابطہ

97266691

ناشر

لجنۃ التعریف بالاسلام (IPC) کویت

مؤسسة زخرف للدعاية والإعلان
Zukhruf Advertising Agency
www.zukhruf.net

اس شمارے میں

کالمز	مضامین	قلمکاران	صفحہ
تجلیات	جتنا ہی دباؤ گے اتنا ہی یہ اُبھرے گا	صفات عالم محمد زبیر تیمی	2
صدائے عرش	نذر و نیاز اور ذبح لغیر اللہ	اسلام الدین ریاضی	4
آئینۂ رسالت	صاف اور سچا دل	مولانا مقصود الحسن فیضی	4
آفاقی پیام	کیا اسلام بزورِ شمشیر پھیلا؟	ڈاکٹر ذاکر عبدالکریم نائک	5
دعوت وحکمت	دعوت الی اللہ کے علمی اصول	مولانا محمد انور محمد قاسم سلفی	6
نسخۂ سعادت	خوشگوار زندگی کے راہنما اصول	ڈاکٹر حافظ محمد اسحاق زاہد	9
لمحہ فکریہ	علمی اور فکری ارتقاء: ایک ضرورت	محمد آصف اقبال	10
نقشِ راہ	نادانوں کی صحبت سے بچو	محمد آصف ریاض	13
آداب وحقوق	قطع رحمی کرنے والا جنت سے محروم رہے گا	مولانا علاء الدین عین الحق مکی	14
فقہ وفتاوی	آپ کے مسائل اور ان کا حل	ادارہ	17
روبرو	جناب خلیل الرحمٰن چشتی کے ساتھ ایک ملاقات	محمد خالد اعظمی	18
نویدِ سحر	قرآن اور ہم	اسلامک ایجوکیشن کمیٹی	20
خبر ونظر	عالمی خبریں	محمد خالد اعظمی	21



سَفَرٌ فِي هَذَا العَدَد

☆كلمة العدد (المستقبل للاسلام) ☆ قبس من القرآن الكريم (الذبح لغير الله تعالى) ☆ قبس من الأحاديث النبوية (التقى النقى) ☆ هل الاسلام انتشر بالسيف ؟ ☆ الأصول العلمية للدعوة الى الله تعالى ☆ الحياة السعيدة (4) ☆حاجتنا الى النهوض العلمى والفكرى ☆اجتنب صحبة الحمقى ☆ لايدخل الجنة قاطع ☆ الفقه والفتاوى ☆ حوار مع الشيخ خليل الرحمن الششتى ☆ القرآن الكريم ومدى تعاملنا معه ☆ أخبار العالم الاسلامى .

43 agust2012.indd 1 9/12/12 5:29 PM



جتنا ہی دباؤ گے اتنا ہی یہ اُبھرے گا

آج پوری دنیا میں مسلمانوں کی جو ناگفتہ بہ صورتحال ہے وہ کسی سے مخفی نہیں، بالخصوص برما، شام، فلسطین، افغانستان، کشمیر اور آسام میں مسلمانوں کے ساتھ ظلم و بربریت اور درندگی کا جو ننگا ناچ ناچا جارہا ہے وہ جگ ظاہر ہے، لیکن یہ کوئی نئی بات نہیں ہے، اسلام کی پوری تاریخ گواہ ہے کہ روزِ اول سے حق و باطل کا معرکہ چلا آرہا ہے، اس معرکہ میں وقتی طور پر اسلام کو زک پہنچا ہے، مسلمانوں نے چوٹیں کھائی ہیں، لیکن یہ تاریکیاں ہمیشہ نہ رہی ہیں نہ رہیں گی، ہر دور میں حق کو بالآخر غلبہ نصیب ہوا اور باطل نے منہ کی کھائی ہے، اس لیے آج بھی ہمیں پورا یقین ہے کہ باطل جس قدر بھی سر چڑھ کر بولے پسپا ہو کر رہے گا۔

ہم جس دین کے ماننے والے ہیں وہ دین حق ہے اسے اس لیے برپا کیا گیا ہے تاکہ پوری دنیا میں پھیلے، انسانیت کی رہنمائی کرے، شروع انسانیت سے آج تک خالق کائنات کا یہی دستور رہا ہے، پہلے انسان آدم علیہ السلام کی اولاد دس صدیوں تک توحید پر قائم رہی، پھر ان میں شرک در آیا تو اللہ پاک نے ان کی ہدایت کے لیے انبیاء و رسل کو بھیجا۔ ہر دور میں انبیاء آتے رہے، اپنی قوم کو حق کی طرف بلاتے رہے، جن لوگوں نے حق کو اپنایا ان کو سربلندی حاصل ہوئی اور جن لوگوں نے اس کا انکار کیا ان کو ذلت و رسوائی نصیب ہوئی۔ قوم نوح، قوم عاد، قوم ثمود، قوم لوط، فرعون، قارون، ہامان، شداد اور ان جیسی دیگر مردود اقوام محض اس لیے برباد ہوئیں کہ انہوں نے حق کا انکار کیا تھا اور باطل کی پشتیبانی کی تھی۔

سب سے اخیر میں اللہ پاک نے محسن انسانیت ﷺ کو ساری انسانیت کا رہبر و قائد بنا کر بھیجا، جس وقت محمد عربی ﷺ نے کفر و شرک کی گھٹا ٹوپ تاریکی میں توحید کی شمع جلائی تھی، پوری دنیا اسے اپنے منہ کی پھونکوں سے بجھانے کے لیے کمربستہ ہوگئی تھی، جن سعید روحوں نے اسلام قبول کیا تھا، اُن کو ظلم و ستم کی چکی میں پیسا گیا، آپ ﷺ کو پاگل اور دیوانہ کہا گیا، آپ کے راستے میں کانٹے بچھائے گئے، آپ کا اور آپ کے ماننے والوں کا معاشرتی بائیکاٹ کیا گیا، چراغِ نبوت کو بجھانے کی ہر ممکن کوشش کی گئی، وطن سے نکلنے پر مجبور کیا گیا، اللہ کے حکم سے اپنے گھر بار اور املاک کو چھوڑ کر مدینہ میں پناہ لے لی، پھر بھی ظالموں کو چین نہ آیا اور ہر سال آپ کے خلاف محاذ برپا کرتے رہے، کسی کے حاشیہ خیال میں بھی یہ بات نہ آئی رہی ہوگی کہ یہی چراغ ایک دن آفتاب بنے گا اور اس کی روشنی سے پوری دنیا فیضیاب ہوگی۔ اُس وقت یہ بشارت کہ اسلام مشرق سے لے کر مغرب تک اور شمال سے لے کر جنوب تک پھیلے گا، اور قیصر و کسری کی سپر پاور حکومتیں اسلام کے زیر سایہ آجائیں گی خواب و خیال کی باتیں تھی، محمد ﷺ ایک طرف اور دنیائے کفر و شرک دوسری طرف، ہمارے دنیاوی پیمانے کے مطابق اسلام کا خاتمہ ہوجانا چاہیے تھا، کہ داعی ایک تھا اور مخالفت پر کمربستہ پوری دنیا تھی، معرکۂ احزاب میں کفر کے سارے قبائل اسلام کے خلاف متحد ہو کر اکٹھا ہو چکے تھے، سب کا نعرہ ایک ہی تھا کہ اسلام اور اہل اسلام کا خاتمہ کر دیا جائے، لیکن اسلام مخالف طاقتیں وہاں بھی اپنے ناپاک عزائم میں کامیاب نہ ہوسکیں اور اسلام پھیلتا ہی رہا، یہ محاذ آرائی مسلسل 21 سال تک چلتی رہی۔ تعجب کی بات ہے کہ 21 سال کے طویل عرصہ کے بعد یہی خون کے پیاسے اسلام کے سایہ تلے جمع ہوگئے، اور اسلام کے فروغ میں اپنی پوری توانائیاں صرف کرنے لگے، چند سالوں کے بعد نبی پاک ﷺ کی وفات ہوتی ہے تو اسلام کو غلبہ اور شوکت حاصل ہوچکی تھی، وفات نبوی ﷺ کے فوراً بعد مرتدین کا فتنہ سر اٹھایا اور ایک طرف کئی جھوٹے دعویدارانِ نبوت پیدا ہوئے تو دوسری طرف کچھ لوگوں نے زکاۃ کی ادائیگی سے انکار کر دیا، لیکن یہ فتنہ بھی چند دنوں میں فرو ہوگیا۔

پھر سن 35 ہجری میں صحابہ کرام کے بیچ اختلافات رونما ہوئے اور کئی فتنوں نے جنم لیا تو اندیشہ پیدا ہونے لگا کہ اسلام کی بالادستی ختم ہوجائے گی، لیکن مرور ایام کے ساتھ پھر اسلام کی شوکت بحال ہوئی، اور خلافت بنوامیہ اور خلافت بنوعباسیہ میں بہت ساری خامیوں کے باوجود اسلام کا جھنڈا لہراتا ہی رہا۔ پھر وہ دن بھی آیا کہ سن 656 ہجری میں تاتاریوں کا حملہ ہوا تو اسلامی حکومت کی اینٹ سے اینٹ بجادی گئی، مسلمانوں کے خون سے دجلہ کا پانی سرخ ہوگیا، اٹھارہ لاکھ مسلمانوں کو تہہ تیغ کر دیا گیا، اور مسلمانوں پر ایسی سراسیمگی طاری ہوئی کہ ایک تاتاری عورت کسی مسلمان کو باہر گذرتے ہوئے دیکھتی ہے تو اس سے کہتی ہے رک جاؤ ابھی میں تلوار لے کر آتی ہوں، وہ گھر سے تلوار لے کر آتی ہے تب تک یہ مسلمان سہما ہوا وہیں کھڑا رہتا ہے، اور نہایت بے دردی سے اس کا سر قلم کرتی ہے۔ ایسی ذلت اور سراسیمگی کی حالت کو مسلمان پہنچ گئے تھے لیکن تاریخ نے دیکھا کہ وہی فاتح تاتار مفتوح قوم کے دین کو گلے لگا رہی ہے، اور پاسباں مل رہے ہیں کعبہ کو صنم خانے سے، چنانچہ ایک بار پھر اسلام کو غلبہ نصیب ہوتا ہے، اور سن 720 ہجری میں خلافتِ عثمانیہ پورے آب و تاب کے ساتھ جلوہ گر ہوتی ہے، اور 1341 ہجری تک اپنی فتح کا جھنڈا لہراتی رہتی ہے، یہاں تک کہ یہود و نصاریٰ کی ملی بھگت سے خلافتِ عثمانیہ کا خاتمہ ہوگیا اور ان کے کٹھ پتلی مصطفیٰ کمال اتاترک نے حکومت کا باگ ڈور سنبھالا تو بھرے مجمع میں حجاب کو پیروں تلے روند دیا، قرآن کی بے حرمتی کی، عربی زبان پر پابندی عائد کردی، مدارس و مساجد پر قدغن لگا دیا، اور اسلام کے سارے نشانات کو مٹانے کی کوشش کی۔ لیکن اب تک اسلام کا پرچم ساری دنیا میں لہرا رہا ہے اور قیامت کے دن تک لہراتا رہے گا۔

عزیز قاری! یہ تاریخی سلسلہ جو ہم نے آپ کے سامنے رکھی ہے دل لگی کے لیے نہیں بلکہ یہ بتانے کے لیے کہ حق و باطل کے معرکہ میں وقتی طور پر مسلمانوں کو گزند پہنچا ہے لیکن مسلمانوں نے وہاں پست ہمتی کا مظاہر نہیں کیا بلکہ صبر و شکیبائی کا دامن تھامے ہوئے اسلام کی بالادستی کے لیے لڑتے رہے بالآخر اسلام کو غلبہ نصیب ہوا۔ اور کیوں نہ نصیب ہو کہ اس دین کے استحکام اور فروغ کی ضمانت اس کے نازل کرنے والے نے لے رکھی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿هُوَ الَّذِیْ أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَى وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهُ عَلَى الدِّیْنِ كُلِّهِ﴾ (سورۃ التوبۃ 33) ”وہ اللہ ہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا ہے تاکہ اسے پوری جنس دین پر غالب کردے۔“

جی ہاں! یہ دین، دنیا کے کونے کونے میں پھیلنے اور سارے باطل ادیان پر غالب ہونے کے لیے آیا ہے، اور ہو کر رہے گا کہ یہ وعدہ اِس دین کو اُتارنے والی ذات احکم الحاکمین کا ہے۔

43 agust2012.indd 2 9/12/12 5:30 PM

اسی طرح اللہ پاک ہمیشہ اہلِ ایمان کو مادی ومعنوی قوت بہم پہنچاتا رہا ہے اور پہنچاتا رہے گا کہ اس کا اعلان ہے: ﴿وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِيْنَ، إِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنصُورُونَ،وَإِنَّ جُندَنَا لَهُمُ الْغَالِبُونَ﴾(سورۃ الصافات 171۔173) ''اپنے بھیجے ہوئے بندوں سے ہم پہلے ہی یہ وعدہ کر چکے ہیں کہ یقیناً ان کی مدد کی جائے گی، اور ہمارا لشکر ہی غالب ہو کر رہے گا''۔ دوسری جگہ اللہ تعالی نے فرمایا: ﴿وَكَانَ حَقّاً عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ (سورۃ روم 47) ''اور ہم پر یہ حق تھا کہ مومنوں کی مدد کریں''۔

اہل ایمان سے اللہ ﷻ کا یہ وعدہ بھی ہے کہ ﴿وَعَدَ اللَّهُ الَّذِيْنَ آمَنُوا مِنكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُم فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِن قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضَى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُم مِّن بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْناً يَعْبُدُونَنِي لَا يُشْرِكُونَ بِي شَيْئاً﴾ ''تم میں سے جو ایمان لائے ہیں اور نیکی کا کام کیا ہے، اللہ تعالی وعدہ کر چکا ہے کہ انہیں زمین کی خلافت عطا فرمائے گا جیسا کہ ان لوگوں کو عطا فرمایا تھا جو ان سے پہلے تھے، اور بیشک ان کے لیے ان کے اس دین کو مضبوطی کے ساتھ قائم کر دے گا جسے ان کے لیے وہ پسند کر چکا ہے، اور ان کے ڈر اور خوف کو امن وسکون میں بدل دے گا، وہ میری عبادت کریں گے، میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں گے۔'' (سورۃ النور 55)

ان آیات میں اللہ پاک نے دوٹوک انداز میں بیان فرما دیا ہے کہ اسلام ہمیشہ غالب اور سربلند رہے گا اور اہل ایمان ہر دور میں فتحیاب اور کامیاب رہیں گے۔

ہمیں اس بات پر بھی سو فیصد یقین ہے کہ اہل باطل جس قدر مالی اور جسمانی طاقتیں صرف کریں ان کی ناکامی یقینی ہے۔ اللہ پاک نے فرمایا: ﴿إِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُواْ يُنفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ لِيَصُدُّواْ عَن سَبِيلِ اللّهِ فَسَيُنفِقُونَهَا ثُمَّ تَكُونُ عَلَيْهِمْ حَسْرَةً ثُمَّ يُغْلَبُونَ﴾ (سورۃ انفال 36) ''بیشک کفار اپنا مال اس لیے خرچ کر رہے ہیں کہ اللہ کے راستے سے روکیں، تو یہ لوگ اپنا مال خرچ کرتے ہی رہیں گے، پھر وہ مال ان کے لیے حسرت کا سبب بن کر رہ جائے گا، پھر وہ شکست کھا جائیں گے۔''

کیا یہ واقعہ نہیں کہ آج باطل قوتیں مسلح ہو کر میدان میں اتر چکی ہیں، شہوات کو ہوا دینے کے لیے اربوں ڈالر خرچ کر رہی ہیں، الکٹرونک میڈیا کے ذریعہ اس نے گھر گھر رسائی حاصل کر لی ہے، اسی طرح عسکری اور فکری جنگ میں اپنی پوری توانائیاں صرف کر رہی ہیں، صرف اس لیے کہ اسلام کو مٹا دیا جائے، لیکن اسلام مٹنے کے لیے نہیں بلکہ کفر کو مٹانے کے لیے آیا ہے، یہ ان کی خام خیالی ہے، ''یہ دین وہاں تک پہنچ کر رہے گا جہاں تک دن اور رات کی پہنچ ہوتی ہے اور دنیا کا کوئی گھر ایسا نہ رہے گا جہاں اسلام کی بالادستی قائم نہ ہو''۔

ایک وقت وہ بھی آنے والا ہے جس کی طرف ہمارے حبیب ﷺ نے اشارہ کر دیا ہے کہ مسلمان یہودیوں سے برسرپیکار ہوں گے اور ان کے ناپاک وجود سے زمین کو پاک کر دیں گے، آپ ﷺ نے فرمایا: ''مسلمان یہودیوں کا صفایا کر دیں گے، یہاں تک کہ ایک یہودی اگر کسی پتھر اور درخت کی اوٹ میں روپوش ہو کر پناہ لینا چاہے گا تو پتھر اور درخت بولے گا: ''اے مسلمان! اے اللہ کے بندے! یہ یہودی میرے پیچھے چھپا ہوا ہے، آؤ اور اسے قتل کر دو۔ سوائے غرقد کے درخت کے (وہ نہیں بولے گا) کیونکہ وہ یہودیوں کا درخت ہے''۔ (مسلم)

ایک مسلمان کو سو فیصد یقین ہونا چاہیے کہ مستقبل اسلام کا ہوگا کہ یہ دین حق ہے اور اسکے ماسوا جتنے ادیان ومذاہب ہیں وہ سب باطل ہیں۔ یہ انسانی فطرت سے ہم آہنگ دین ہے جو انسانی مصالح کی رعایت کرتا ہے۔ زمان ومکان کی قید سے آزاد ہے، اس کی تعلیمات دین اور دنیا کی ساری ضرورتوں کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہے، انسانوں نے جہالت وضلالت کے جو فلسفے بنائے ایک عرصہ گذرنے کے بعد اپنے آپ مر گئے، لیکن اسلام نے جن حقیقتوں کی طرف بلایا وہ حقیقتیں برسہابرس گذرنے کے باوجود اٹل ہیں۔ اس نظام کے سامنے انسانوں کے خودساختہ قوانین دم توڑ چکے ہیں، اشتراکیت کو دیش نکالا دیا جا چکا ہے، سرمایہ دارانہ نظام کی خامیوں سے انسانیت جوجھ رہی ہے، وضعی قوانین انسانی مسائل کو حل کرنے سے قاصر نظر آرہے ہیں، اب دنیا ایسے مسیحا کی تلاش میں ہے جو اسے اس جہنم زار نظام سے نکالے اور یہ مسیحا اسلامی نظام حیات ہے۔ آج پوری دنیا بالخصوص یورپ اور امریکہ میں سب سے زیادہ پھیلنے والا مذہب اسلام ہے۔ رپورٹ کے مطابق بلجیکا میں 2025 تک پہلا مذہب اسلام ہوگا، جرمن حکومت کی رسمی رپورٹ کے مطابق صرف 2006 میں چار ہزار لوگوں نے اسلام قبول کیا۔ دور جانے کی ضرورت نہیں آپ کی پسندیدہ کمیٹی IPC کویت میں غیر مسلم تارکین وطن روزانہ 15 سے 20 کی تعداد میں اسلام قبول کرتے ہیں، اور پچھلے رمضان میں بارہ سو سے زائد مرد وخواتین نے اسلام قبول کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔

خلاصہ یہ سمجھیں کہ آج دنیا اسلام کی طرف لوٹ رہی ہے، اور غیر مسلموں کو بھی یقین ہونے لگا ہے کہ وہ ایسی شاخ نازک پر اپنا آشیانہ بنائے ہوئے ہیں جو ناپائیدار ہے، جس کا کچھ لوگ اعتراف بھی کر رہے ہیں، ہمارے پاس IPC میں کتنے غیر مسلموں نے اپنے غیر مسلم دوستوں کو لاکر اسلام قبول کرایا ہے، جب ان سے اس کا سبب دریافت کیا گیا تو ان کا جواب تھا کہ میں اپنے نجی معاملات کے باعث اسلام قبول نہیں کر رہا ہوں لیکن اسلام کو دین حق سمجھتا ہوں، اس لیے میری خواہش ہے کہ کم از کم میرا دوست اسلام کی نعمت سے مالا مال ہو جائے۔ اسی قبیل کا ایک واقعہ ڈاکٹر ناصر بن سلیمان العمر نے بیان کیا ہے کہ بعض دعاۃ دعوتی مہم پر افریقہ گئے، ان سے کہا گیا کہ اس ملک میں دعوتی کام کرنے کے لیے ملک کے فلاں عہدے دار سے اجازت لینی ہوگی، چنانچہ دعاۃ ذمہ دار کے پاس گئے، وہ عیسائی تھا، اس سے گفتگو کی کہ اگر آپ کی اجازت ہو تو ہم آپ کے ملک میں اسلام کے امن وسلامتی کا پیغام پہنچانا چاہتے ہیں.....، ذمہ دار نے کہا: جاؤ کل آنا، جب کل ہو کر دعاۃ پہنچے تو ذمہ دار نے اجازت نامہ دینے کے ساتھ ساتھ ایک چیک بھی حوالے کیا، دعاۃ نے دریافت کیا: اجازت نامہ تو آپ نے عطا کر دی لیکن یہ چیک کیسا ہے؟ عیسائی ذمہ دار نے کہا: مجھے یقین ہے کہ مستقبل اسلام کا ہے، اس لیے میری خواہش ہے کہ اس میں میرا بھی ایک حصہ شامل ہو جائے۔ (http://almoslim.net)

سبحان اللہ! اس عیسائی کو اندازہ لگ گیا تھا کہ مستقبل اسلام کا ہے لیکن آج کتنے مسلمان ہیں جن کو اسلام کے مستقبل پر شک ہے، بلکہ بعض کو اسلام کا مستقبل خطرہ میں نظر آرہا ہے، ایسے میر وجعفر سے ہر دور میں اسلام کو نقصان پہنچا ہے، جن کی ہمیں ضرورت نہیں، ہمیں تو ایسے مرد مجاہد کی ضرورت ہے جو اسلام کی بالادستی کے لیے اپنی جان ومال کی قربانیاں پیش کریں، اگر ہم نے یہ کام ترک کر دیا تو اللہ پاک ایسی قوم کو وجود بخشے گا جو اس کے دین کو پوری دنیا میں غالب کر کے رہے گی کہ یہ اس کا وعدہ ہے۔

صفات عالم محمد زبیر تیمی
safatalam12@yahoo.co.in

43 agust2012.indd 3 9/12/12 5:30 PM

اسلام الدین عبدالحکیم ریاضی (کویت)

نذر و نیاز اور ذبح لغیر اللہ

﴿إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنزِيرِ وَمَا أُهِلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللَّهِ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ﴾ (سورة البقرة -172)

ترجمہ: ''تم پر مردہ اور (بہا ہوا) خون اور سور کا گوشت اور ہر وہ چیز جس پر اللہ کے سوا دوسروں کا نام پکارا گیا ہو حرام ہے۔ پھر جو مجبور ہو جائے اور وہ حد سے بڑھنے والا اور زیادتی کرنے والا نہ ہو، اس پر ان کے کھانے میں کوئی گناہ نہیں، اللہ تعالیٰ بخشش کرنے والا مہربان ہے''۔

تشریح: زیر نظر آیت میں چار حرام کردہ چیزوں کا ذکر ہے، لیکن اسے کلمۂ حصر (انما) کے ساتھ بیان کیا گیا ہے، اس لیے اول تو یہ سمجھ لینا چاہیے کہ یہ حصر ایک خاص سیاق میں آیا ہے، یعنی مشرکین کے اس فعل کے ضمن میں کہ وہ حلال جانوروں کو بھی حرام ٹھہرا لیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ حرام نہیں، حرام تو صرف یہ ہیں۔ اس لیے یہ حصر اضافی ہے یعنی اس کے علاوہ بھی محرمات ہیں جو یہاں مذکور نہیں۔ دوسرے: حدیث میں جانوروں کی حلت و حرمت کے لیے دو اصول بیان کئے گئے ہیں، وہ آیت کی صحیح تفسیر کے طور پر سامنے رہنے چاہئیں، درندوں میں وہ درندہ جو کچلیوں سے شکار کرے اور پرندوں میں وہ پرندہ جو پنجوں سے شکار کرے حرام ہیں۔ تیسرے: جن جانوروں کی حرمت حدیث سے ثابت ہے، مثلاً پالتو گدھا اور کتا وغیرہ بھی حرام ہیں۔

- مردہ سے مراد ہر وہ حلال جانور ہے، جو بغیر ذبح کیے طبعی طور پر یا کسی حادثے سے مر گیا ہو، یا شرعی طریقے کے خلاف اسے ذبح کیا گیا ہو، مثلاً گلا گھونٹ دیا جائے، یا پتھر اور لکڑی وغیرہ سے مارا جائے، یا جس طرح آج کل مشینی ذبح کا طریقہ ہے جس میں جھٹکے سے مارا جاتا ہے۔ البتہ حدیث میں دو مردار جانور حلال قرار دئے گئے ہیں: ایک مچھلی، دوسری ٹڈی، وہ اس حکم سے مستثنیٰ ہیں۔
- خون سے مراد دم مسفوح ہے یعنی ذبح کے وقت نکلنے اور بہنے والا خون۔ البتہ گوشت کے ساتھ جو خون لگا رہتا ہے وہ حلال ہے، یہاں بھی دو خون حدیث کی رو سے حلال ہیں: کلیجی اور تلی۔
- خنزیر یعنی سور کا گوشت، یہ بے غیرتی میں بدترین جانور ہے، اللہ نے اسے حرام قرار دیا ہے۔
- اسی طرح وہ جانور یا کوئی اور چیز جسے غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا جائے، جیسے مشرکین عرب لات ومنات اور عزی کے ناموں پر ذبح کرتے تھے، اسی میں وہ جانور بھی آجاتے ہیں جو جاہل مسلمان فوت شدہ بزرگوں کی عقیدت و محبت اور ان کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے یا ان سے ڈرتے اور امید رکھتے ہوئے قبروں اور آستانوں پر ذبح کرتے ہیں، یا مجاورین کو بزرگوں کی نیاز کے نام پر دے آتے ہیں (جیسے بہت سے بزرگوں کی قبروں پر بورڈ لگے ہوئے ہیں مثلاً "داتا" صاحب کی نیاز کے بکرے یہاں جمع کرائے جائیں) ان جانوروں کو چاہے اللہ ہی کا نام لیکر ذبح کیا جائے، یہ حرام ہونگے، کیوں کہ اس سے مقصود رضائے الٰہی نہیں، رضائے اہل قبور اور تعظیم لغیر اللہ، یا غیر اللہ سے مافوق الاسباب طریقے سے ڈر یا امید ہے جو شرک ہے۔ اسی طریقے سے جانوروں کے علاوہ جو چیزیں بھی غیر اللہ کے نام پر نذر و نیاز اور چڑھاوے کی ہوں گی حرام ہوں گی، جیسے قبروں پر لے جا کر یا وہاں سے خرید کر، قبور کے گرد فقراء، ومساکین پر دیگوں اور لنگروں کی، یا مٹھائی اور پیسوں وغیرہ کی تقسیم، یا وہاں صندوقچی میں نذر و نیاز کے پیسے ڈالنا، یا عرس کے موقع پر وہاں دودھ پہنچانا، یہ سب غیر اللہ کی نذر و نیاز کی صورتیں ہیں اور نذر بھی نماز، روزہ کی طرح ایک عبادت ہے۔ اور عبادت کی ہر قسم صرف اللہ کیلئے مخصوص ہے۔ اسی لیے حدیث میں ہے: ملعون من ذبح لغیر اللہ (صحیح الجامع الصغیر وزیادتہ، البانی - ج2 ص "1024")

''جس نے غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا وہ ملعون ہے''۔

آیت کے اخیر میں اللہ پاک نے ایک قاعدہ بیان فرمایا کہ اگر کسی کو بھوک کی شدت سے ہلاکت کا اندیشہ ہو تو اس کے لیے ایسی حرام چیزوں کا تناول فرمانا ضروری ہے تاکہ جان بچائی جا سکے، اسی طرح اگر کوئی حلال پر قدرت رکھتا ہو تاہم اُسے حرام کے لیے مجبور کر دیا جائے تو وہ قابل مواخذہ نہیں ہوگا کہ یہ اس کی طاقت سے بالا ہے۔ (افادات: تفسیر احسن البیان، حافظ صلاح الدین یوسف)

مولانا مقصود الحسن فیضی (سعودی عرب)

صاف اور سچا دل

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمرو ﷺ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَيُّ النَّاسِ أَفْضَلُ ؟ قَالَ : كُلُّ مَخْمُوْمِ الْقَلْبِ صَدُوْقِ اللِّسَانِ. قَالُوا: صَدُوْقُ اللِّسَانِ نَعْرِفُهُ.فَمَا مَخْمُوْمُ الْقَلْبِ ؟ قَالَ: هُوَ التَّقِيُّ النَّقِيُّ. لا اِثْمَ فِيْهِ وَلَا بَغْيَ وَلَا غِلَّ وَلَا حَسَدَ . (سنن ابن ماجه :4216، الزهد)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا گیا: سب سے افضل شخص کون ہے؟ آپ نے جواب دیا: صاف دل والا اور زبان کا سچا، صحابہ نے عرض کیا: زبان کے سچے کا مفہوم تو ہم جانتے ہیں لیکن صاف دل والے سے کیا مراد ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ پرہیز اور صاف دل جس میں نہ گناہ ہو نہ بغاوت، نہ ہی کسی کا کینہ اور نہ ہی کسی کے بارے میں حسد۔

تشریح: ارشاد باری تعالیٰ ہے: يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَلَا بَنُوْنَ اِلَّا مَنْ أَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ (الشعراء89) "جس دن کہ مال اور اولاد کچھ کام نہ آئے گی لیکن فائدے والا وہی شخص ہوگا جو بے عیب دل لے کر آئے گا"۔ "قلب سلیم" اور "بے عیب دل" سے مراد وہ دل ہے جو اللہ کے لیے مخلص ہو یعنی اس میں شرک، ریا، غیر اللہ کی محبت وخوف، غیر اللہ سے امید اور غیر اللہ پر توکل وبھروسہ نہ پایا جائے، نیز وہ اللہ کی مخلوق کے لیے بھی ناصح ومخلص ہو کہ اس میں کسی کا حسد ونفرت، کسی سے دشمنی وبغض اور کسی کا کینہ وکپٹ نہ پایا جائے بلکہ وہ کوئی کام کرے تو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کرے، کسی کام سے رکے تو اللہ کے لیے رکے، کسی سے محبت کرے تو اللہ تعالیٰ کے لیے کرے، کسی سے نفرت کرے تو اللہ تعالیٰ کے لیے ہی نفرت کرے، کسی کو کچھ دے تو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ہی دے اور کسی سے کچھ روک لے وہ بھی اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کے خوف سے روک لے، یہی وہ دل ہے جس کے حامل کو زیر بحث حدیث میں سب سے افضل انسان قرار دیا گیا ہے۔

یہی دل کی صفائی وسلامتی ہے جو نبی ﷺ کی ایک اہم سنت رہی ہے اور اسے ہی قیامت کے نجات کا سبب قرار دیا گیا ہے، اور اگر یہ معدوم ہے تو انسان کا دل جس قدر میلا ہوگا اسی قدر رحمت الٰہی سے دور ہوگا اور اگر بالکل ہی میلا ہو گیا ہے کہ حسد وکینہ اور بغض ونفرت نے اس کے دل پر اڈا جما لیا ہے تو فاضل ومبارک اوقات میں بھی اس کی مغفرت کی امید نہیں ہے، جیسے پیر و جمعرات اور ماہ شعبان میں جب بندوں کے اعمال اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کئے جاتے ہیں تو مشرک وکافر کے ساتھ ایسے شخص کی بھی مغفرت نہیں ہوتی، لہٰذا ضروری ہے کہ اپنی عاقبت پر حریص شخص اپنے دل کی صفائی وسلامتی کا خاص خیال رکھے اور اس کام سے دور رہے جو دو مسلمانوں کے دلوں میں بدظنی وخلش پیدا ہونے کا سبب بنتے ہیں۔

فوائد:

- دل کی صفائی وستھرائی نبی ﷺ کی بڑی اہم سنت ہے۔
- اللہ تعالیٰ کے یہاں جس تقوی کو معیار قرار دیا گیا ہے اس سے مراد دل کی صفائی ہے۔
- حسد وبغض، کینہ ونفرت ایسے گناہ ہیں جو مبارک دنوں اور راتوں میں بھی معاف نہیں ہوتے۔

43 agust2012.indd 4 9/12/12 5:30 PM



شبہات کا ازالہ

کیا اسلام بزورِ شمشیر پھیلا

ڈاکٹر ذاکر عبدالکریم نائیک

سوال: اسلام کو امن وسلامتی کا مذہب کیسے کہا جاسکتا ہے جبکہ یہ تلوار کے زور سے پھیلا ؟

جواب: کچھ غیر مسلم عام طور پر اعتراض اٹھاتے ہیں کہ اسلام کے ماننے والے اتنی زیادہ تعداد میں نہ ہوتے ، اگر اسلام تلوار کے ذریعے سے نہ پھیلا ہوتا ۔ مندرجہ ذیل نکات یہ حقیقت واضح کریں گے کہ اسلام بزورِ طاقت ہرگز نہیں پھیلا بلکہ اپنی عالمگیر صداقت ،عقل پر مبنی تصورات اور سچائی پر مبنی دلائل کی بدولت اسلام کو فروغ ملا ہے۔

اسلام کا مطلب : اسلام لفظ 'سلام' سے نکلا ہے جس کا مطلب ہے سلامتی اور امن ۔ اس کا مطلب یہ بھی ہے کہ اپنے آپ کو اللہ کی رضا کے آگے جھکا دیا جائے ۔ پس اسلام سلامتی اور امن کا مذہب ہے جو اپنے آپ کو اللہ کی مرضی کے آگے جھکا دینے کی بدولت نصیب ہوتا ہے۔

طاقت کا استعمال: دنیا میں ہر انسان امن اور ہم آہنگی قائم رکھنے کے حق میں نہیں ہوتا یا بہت سے لوگ ہوتے ہیں جو اپنے مفادات کے لیے امن وامان کو خراب کرتے ہیں ، لہذا بعض اوقات امن قائم رکھنے کے لیے طاقت کا استعمال کرنا پڑتا ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ جرائم کے سدباب کے لیے پولیس کا نظام قائم کیا گیا ہے جو مجرموں اور سماج دشمن عناصر کے خلاف طاقت استعمال کرتی ہے تاکہ سماج میں امن وامان قائم رہے ۔ اسلام امن کا خواہاں ہے لیکن اس کے ساتھ ہی اپنے ماننے والوں کو ظلم اور استحصال کے خلاف لڑنے کا حکم دیتا ہے ۔ بعض اوقات ظلم سے لڑنے اور اسے ختم کرنے کے لیے طاقت کی ضرورت ہوتی ہے ۔ اسلام میں طاقت کا استعمال صرف ظلم کے خاتمے ،امن کے فروغ اور عدل کے قیام کے لیے ہے اور اسلام کا یہ پہلو سیرت النبی ﷺ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے عہد کے ادوار سے بخوبی آشکار ہوتا ہے۔

مؤرخ ڈی لیسی اولیری کی رائے :

اس غلط نظریے کا جواب کہ اسلام بزور شمشیر پھیلا ،ایک انگریز مؤرخ ڈی لیسی اولیری نے اپنی کتاب Islam at the Cross Road (صفحہ ۸) میں بہترین انداز میں دیا ہے : ''تاریخ بہرحال یہ حقیقت واضح کردیتی ہے کہ مسلمانوں کے متعلق روایتی تعصب پر مبنی کہانیاں کہ اسلام تلوار کے زور پر پھیلا اور اس کے ذریعے سے جنونی مسلمان دنیا پر چھا گئے ،سب نامعقول اور فضول افسانے ہیں جنھیں مؤرخین نے بار بار دُہرایا ہے۔''

سپین میں مسلمانوں کے 800 برس:

مسلمانوں نے سپین میں تقریباً 800 سال حکومت کی اور وہاں لوگوں کو مسلمان کرنے کے لیے کبھی تلوار نہیں اٹھائی ۔ بعد میں صلیبی عیسائی برسراقتدار آئے تو انہوں نے وہاں سے مسلمانوں کا صفایا کردیا اور پھر سپین میں ایک بھی مسلمان ایسا نہ تھا جو آزادی سے اذان دے سکے۔

ڈیڑھ کروڑ عرب نسلی عیسائی ہیں :

مسلمان دنیائے عرب پر 1400 سال سے حکمراں ہیں ۔ اس کے باوجود ابھی تک 14 ملین یعنی ایک کروڑ چالیس لاکھ عرب ایسے ہیں جو نسلوں سے عیسائی ہیں ۔ جیسے مصر کے قبطی عیسائی ۔ اگر اسلام تلوار یا طاقت کے زور پر پھیلا ہوتا تو عرب میں ایک بھی عیسائی نہ ہوتا۔

بھارت میں غیر مسلم:

ہندوستان میں مسلمانوں نے تقریباً ایک ہزار سال حکومت کی ،اگر وہ چاہتے تو بذریعہ طاقت ہندوستان کے ہر غیر مسلم کو مسلمان کرلیتے ۔ آج بھارت کی 80 فیصد آبادی غیر مسلموں کی ہے ، یہ تمام غیر مسلم کیا اس بات کی زندہ شہادت نہیں ہیں کہ اسلام تلوار سے نہیں پھیلا۔

انڈونیشیا اور ملائشیا میں اسلام:

دُنیا بھر کے ممالک میں سے انڈونیشیا میں مسلمانوں کی تعداد سب سے زیادہ ہے ،اسی طرح ملائشیا میں بھی اکثریت مسلمانوں کی ہے ۔ اب کوئی ان سے پوچھے کہ کون سی اسلامی فوج انڈونیشیا اور ملائشیا گئی تھی؟

افریقہ کا مشرقی ساحل :

اسی طرح اسلام بہت تیزی سے براعظم افریقہ کے مشرقی ساحل پر پھیلا ۔ مستشرقین سے پوچھا جاسکتا ہے کہ اگر اسلام تلوار کے ذریعے سے پھیلا تو کونسی اسلامی فوج افریقہ کے مشرقی ساحل پر گئی تھی۔

تھامس کارلائل کی دلیل :

مشہور مؤرخ تھامس کارلائل اپنی کتاب ''ہیرو اینڈ ہیرو ورشپ'' میں اسلام کے پھیلاؤ کے بارے میں مغربی تصورات کی تردید کرتے ہوئے کہتا ہے:

''اسلام کے فروغ میں تلوار استعمال ہوئی ،لیکن یہ تلوار کیسی تھی؟ ایک نظریہ تھا ، ہر نیا نظریہ فردِ واحد کے نہاں خانۂ دماغ میں جنم لیتا ہے ۔ وہاں وہ نشوونما پاتا رہتا ہے ۔ اس پر دنیا بھر کا صرف ایک ہی آدمی یقین رکھتا ہے ، گویا ایک شخص فکری لحاظ سے تمام انسانوں سے مختلف ہوتا ہے ۔ اگر وہ تلوار ہاتھ میں لے اور اس کے ذریعے سے اپنا نظریہ پھیلانے کی کوشش کرے تو یہ کوشش بے سود رہے گی ۔ لیکن اگر آپ اپنے نظریے کی تلوار سے سرگرمِ عمل رہیں تو وہ نظریہ دنیا میں اپنی قوت سے خود بخود پھیلتا چلا جائے گا۔''

دین میں کوئی جبر نہیں : یہ درست نہیں کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا ۔ مسلمان فروغِ اسلام کے لیے تلوار استعمال کرنا چاہتے بھی تو استعمال نہیں کرسکتے تھے کیونکہ قرآن مجید مندرجہ ذیل آیت میں کہتا ہے:

''دین میں کوئی جبر نہیں ، ہدایت گمراہی سے واضح ہوچکی ہے''۔ (البقرہ 2/256)

حکمت کی تلوار : فروغِ اسلام کا باعث دراصل حکمت کی تلوار ہے ۔ یہ ایسی تلوار ہے جو دل اور دماغ فتح کرلیتی ہے ۔ قرآن کہتا ہے: ''لوگوں کو اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت اور بہترین وعظ کے ساتھ بلائیں اور ان سے بہترین طریقے سے بحث کریں''۔ (النحل 16/125)

نصف صدی میں عالمی مذاہب کے پیروکاروں میں اضافہ : 1986 میں ریڈرڈائجسٹ کے ایک مضمون میں 1934ء سے 1984ء تک نصف صدی میں دنیا کے بڑے بڑے مذاہب کے پیروکاروں کی تعداد میں فیصد اضافے کے اعداد وشمار دیے گئے ہیں ۔ یہ مضمون ''صاف سچ'' (The Plain Truth) نامی جریدے میں بھی چھپا ۔ ان میں سرفہرست اسلام تھا جس کے پیروکاروں کی تعداد میں 235 فیصد اضافہ ہوا اور عیسائیت میں اضافہ صرف ۴۷ فیصد رہا۔

پوچھا جاسکتا ہے کہ اس صدی میں کون سی مذہبی جنگ لڑی گئی جس نے لاکھوں لوگوں کو مسلمان کردیا۔

امریکہ اور یورپ میں روز افزوں مذہب اسلام ہے : آج یورپ اور امریکہ میں سب سے زیادہ بڑھنے والا مذہب اسلام ہے ۔ وہ کون سی تلوار ہے جو لوگوں کو اتنی بڑی تعداد میں مسلمان ہونے پر مجبور کررہی ہے؟ یہ تلوار اسلام کا سچا عقیدہ ہے۔

ڈاکٹر جوزف آدم پیٹرسن کا اعلان حقیقت: ڈاکٹر جوزف آدم پیٹرسن کہتے ہیں: ''جو لوگ فکرمند ہیں کہ ایٹمی ہتھیار ایک دن عرب لوگوں کے ہاتھ لگ جائیں گے ، وہ اس حقیقت کو سمجھنے میں ناکام رہے ہیں کہ اسلامی بم تو پہلے ہی گرایا جاچکا ہے ، یہ اُس دن گرا تھا جب محمد (ﷺ) پیدا ہوئے تھے''۔

43 agust2012.indd 5 9/12/12 5:30 PM

مولانا محمد انور محمد قاسم سلفی (کویت)

دعوت الی اللہ کے علمی اصول

دعوت کی اہمیت

دعوت الی اللہ، رسول اللہ ﷺ اور آپ سے پہلے بھیجے گئے تمام انبیاء ورسل علیہم السلام اور اس مقدس گروہ کے متبعین کا مشن ہے اور یہی وہ راستہ ہے جس پر چل کر حضرات انبیاء نے گمراہ انسانیت کو راہ ہدایت کی طرف رہنمائی فرمائی 'جیسا کہ ارشادِ ربّانی ہے :ترجمہ : ''(اے محمد ﷺ!) آپ کہہ دیجئے ! یہی (دین اسلام) میرا راستہ ہے' میں اور میرے ماننے والے، لوگوں کو اللہ کی طرف دلیل اور برہان کی روشنی میں بلاتے ہیں اور اللہ کی ذات پاک ہے' اور میں مشرک نہیں ہوں۔'' (یوسف:108)

دعوت الی اللہ کی ذمہ داری انبیاء کے بعد امت مسلمہ پر ڈالی گئی اور اسی ذمہ داری کی وجہ سے اسے ''خیرامت'' کا لقب دیا گیا۔فرمان باری تعالیٰ ہے:''تم بہترین امت ہو جسے انسانوں کی فلاح وبہبودی کے لیے برپا کیا گیا ہے،تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو''(آل عمران:110)

دعوت وتبلیغ لوگوں کو تاریکی سے روشنی' کفر سے ایمان' شرک سے توحید اور دوزخ سے جنت کی طرف لانے کا مشن ہے۔یہ مقدس کام چند اصول پر محیط اور قائم ہے' اگر وہ نہ پائے جائیں تو دعوت صحیح اور ثمر آور نہیں ہوگی' چاہے اس پر کتنی ہی محنت کی جائے اور کتنا ہی وقت لگایا جائے' جن اصول پر صحیح دعوت قائم ہوتی ہے کتاب وسنت کی روشنی میں مختصراً یہ ہیں۔

دعوت الی اللہ کا علم

داعی اور مبلغ کے لیے ضروری ہے کہ جس کی جانب وہ لوگوں کو دعوت دے رہا ہو اس کا اسے علم ہو اور ساتھ ہی اسے اس دعوت پر بصیرت بھی حاصل ہو' بصیرت دل کی وہ روشنی ہے جو دینی علم سے پیدا ہوتی ہے،اس لیے بے علم' داعی اور مبلغ بننے کے لائق نہیں ہوتا' کیونکہ اللہ تعالی نے اپنے نبی ﷺ سے فرمایا: ترجمہ:'' آپ فرما دیجئے ! یہی (دین اسلام) میرا راستہ ہے' میں اور میرے ماننے والے، اللہ کی طرف دلیل اور برہان کی روشنی میں بلاتے ہیں.....۔''(یوسف:108)



دعوت کے لیے دلیل اور برہان ضروری ہے، جو دعوت دلیل وبرہان سے خالی، اور علم وحجت سے عاری ہوگی اس کا کوئی دیرپا نقش باقی نہیں رہ پاتا، وہ صرف اس کے بانی کی حیات سے وابستہ ہوگی اور اسی کے ساتھ قبر میں بھی دفن ہو جائے گی، جیسے کہ خلیفہ مامون نے ''خلق قرآن'' یعنی قرآن کے مخلوق ہونے کی تحریک برپا کی اور اس کی تبلیغ میں اپنا سارا زور صرف کر ڈالا اور شہنشاہ اکبر نے ''دین الٰہی'' کے نام سے ایک من گھڑت دین ایجاد کیا اور اس کی نشر واشاعت میں اپنے خزانے کے دہانے کھول دئے، لیکن اللہ تعالی کے فرمان کے مطابق:''جھاگ بے سود بن کر ختم ہو جاتا ہے اور جو پانی لوگوں کیلئے نفع بخش ہوتا ہے وہ زمین میں باقی رہ جاتا ہے'' (رعد:17) ان دونوں شہنشاہوں کے آنکھیں بند کرتے ہی ان کا سارا کیا کرایا دھرا کا دھرا رہ گیا۔

بصیرت کی ضرورت

بصیرت' علم سے حاصل ہوتی ہے' اس لیے مبلغین کے لیے ضروری ہے کہ وہ ان گمراہ اشخاص کا مقابلہ علم وحجت سے کریں جو اسلام کے متعلق لوگوں کے درمیان شبہات پیش کرتے ہیں اور حق کو مغلوب کرنے کیلئے باطل کے ذریعے جھگڑتے ہیں، علمی بحث ومباحثے میں نرمی اور صبر وبردباری کا دامن ہاتھ سے ہرگز نہ چھوٹنے پائے۔ فرمانِ باری ہے:''اور انکے ساتھ بحث میں عمدہ اسلوب اختیار کیجئے''۔(النحل:125)



رسول اللہ ﷺ نے جب بھی کسی قوم کو اسلام کی دعوت دینے کے لیے مبلغین کو ارسال فرمایا تو آپ نے صحابہ کرام ﷺ میں علمائے صحابہ کا انتخاب فرمایا، مثلاً ہجرت سے پہلے حضرت مصعب بن عمیر ﷺ کو اسلام کا سفیر بنا کر یثرب کی طرف روانہ فرمایا، قبائل رعل، ذکوان، عصیہ وغیرہ کی طرف حضرات صحابہ کی اس جماعت کو بھیجا جسے ''قُرّاء کی جماعت'' کہا جاتا تھا، اہل یمن کی طرف سیدنا علی بن ابی طالب، ابوموسیٰ اَشعری اور معاذ بن جبل ﷺ جیسے علماء صحابہ کو روانہ فرمایا۔ جب اپنی زندگی کے آخری ایام میں سیدنا معاذ بن جبل ﷺ کو یمن روانہ کیا تو فرمایا:''تم اہلِ کتاب کی ایک قوم کے پاس جارہے ہو''۔

اس حدیث میں رسول اکرم ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل ﷺ کو پہلے ہی متنبہ کر دیا کہ جن کے پاس وہ مبلغ بن کر جارہے ہیں وہ عیسائی ہیں، گویا انہیں اشارۃً فرمادیا کہ دلائل سے مسلح ہوکر جاؤ۔ کیونکہ اگر داعی علم سے مسلح نہ ہو جس کے ذریعہ وہ ہر شبہ کا مقابلہ اور ہر فریق سے مناظرہ کرتا ہے' پھر تو وہ پہلے ہی معرکہ میں شکست سے دوچار ہوکر ڈھیر ہو جائے گا۔

قول سے پہلے عمل

داعی کے لیے ضروری ہے کہ جس کی طرف وہ لوگوں کو دعوت دے رہا ہو اس پر سب سے پہلے خود عمل کرے تاکہ وہ دوسروں کیلئے اچھا نمونہ بنے اور اسکا عمل اسکی دعوت کی تصدیق کرے' تاکہ باطل پرستوں کیلئے اس پر کوئی دلیل نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ کا حضرت شعیب علیہ السلام کے تعلق سے فرمان ہے جب کہ انہوں نے اپنی قوم سے کہا:''(یہ نہیں ہوسکتا کہ) میں جن کاموں سے تمہیں روکتا ہوں خود اسے کرنے لگوں' میں تو اپنی بساط بھر اصلاح ہی کا ارادہ رکھتا

43 agust2012.indd 6 9/12/12 5:30 PM

ہوں‘‘(ھود:88) نیز فرمان باری ہے:
’’اوراس سے بھی اچھی کس کی بات ہوگی جس نے اللہ کی طرف بلایااور نیک کام کیا‘‘۔(فصّلت:33)
اور اللہ تعالیٰ نے ان اہل کتاب (یہود ونصاریٰ) کی مذمت فرمائی جو لوگوں کو تو نیکیوں کا حکم دیتے لیکن اپنے آپ کو بھول جاتے تھے۔فرمان باری تعالیٰ ہے:
’’تم لوگوں کو بھلائی کا حکم دیتے ہو اور اپنے آپ کو بھول جاتے ہو؟ حالانکہ تم کتاب تلاوت کرتے ہو، کیا تمہیں اتنی بھی عقل نہیں؟‘‘(البقرہ:44)

اخلاص

دعوت کا کام صرف اللہ کے لیے کیا جائے ،اسکے ذریعہ شہرت‘ ریاکاری‘عُہدے‘صدارت اور دنیوی مفادات کی لالچ نہ رکھی جائے ،کیونکہ ان مقاصد میں سے کوئی ایک مقصد بھی اس میں داخل ہوگیا تو وہ دعوت الی اللہ نہیں‘ بلکہ وہ نفسانی لالچ اور مقصود دنیا کی دعوت ہوگی۔اسی لیے تمام انبیاءعلیہم السلام نے اپنی دعوت کو ہر قسم کی دنیوی آلائشوں سے پاک رکھا اور انہوں نے بانگ دُہل اپنی قوم میں اعلان کرتے ہوئے کہا کہ:’’میں اس (دعوت) پر تم سے کوئی مزدوری نہیں مانگتا، میرا اجر تو صرف اللہ رب العالمین ہی دے گا‘‘۔(الشعراء:109)۔

اہم اصول سے دعوت کی شروعات

اس طرح کہ سب سے پہلے اصلاحِ عقیدہ اور تمام عبادتوں کو اللہ کے لیے خالص کرنے کی دعوت دی جائے‘شرک سے روکا جائے‘ پھر نماز قائم کرنے‘زکاۃ دینے اور واجبات کو بجالانے اور حرام چیزوں کو چھوڑنے کا حکم دیا جائے‘ یہی تمام انبیاء کا طریقہ کار رہا ہے۔جیسا کہ فرمان الٰہی ہے:’’ہم نے ہر قوم کے پاس ایک رسول اس پیغام کے ساتھ بھیجا کہ لوگو! اللہ کی عبادت کرو اور شیطان کی عبادت سے بچو‘‘۔(النحل:36) نیز ارشادِ باری ہے:
’’ہم نے آپ سے پہلے جس پیغمبر کو بھی بھیجا، اس پر یہی وحی نازل کی کہ میرے سوا کوئی معبودِ برحق نہیں‘اس لیے تم میری ہی عبادت کرو‘‘۔(الانبیاء:25)
جب رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل ؓ کو یمن کی طرف روانہ کیا تو انہیں نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:’’تم اہل کتاب کی ایک قوم کے پاس جارہے ہو‘ تم انہیں سب سے پہلے اس بات کی دعوت دو کہ وہ گواہی دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں ، اگر انہوں نے تمہاری یہ بات مان لی تو انہیں معلوم کراؤ کہ اللہ نے ان پر دن اور رات



میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں،اگر وہ تسلیم کرلیں تو انہیں خبر دو کہ اللہ نے ان پر سال میں ایک مرتبہ زکاۃ فرض کی ہے جو ان کے مالداروں سے لے کر انہی کے غریبوں میں تقسیم کردی جائے گی ۔ اگر وہ اس بارے میں بھی تمہاری اطاعت کرلیں تو پھر تم انکے چنیدہ مالوں سے بچتے رہو۔ اور ہاں! مظلوم کی بددعا سے بچنا،اس لیے کہ اس کے اور اللہ کے درمیان کوئی پردہ نہیں‘‘۔ (متفق علیہ)
دعوت کے معاملے میں رسول اللہ ﷺ کی سیرتِ طیّبہ قیامت کی صبح تک‘ امت کے دعاۃ اور مبلغین کے لیے بہترین نمونہ اور کامل منہج ہے،آپ ﷺ لوگوں کو نماز‘زکاۃ‘ روزہ اور حج کا حکم دینے اور انہیں سُود خوری‘زنا کاری‘ چوری اور ناحق قتل سے روکنے سے پہلے،مکہ میں تیرہ سال تک توحید کی دعوت دیتے اور شرک سے روکتے رہے۔ دعوت توحید کے جرم میں آپ ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام ؓ مسلسل تیرہ سال تک مشرکین مکہ کے جور وظلم سہتے رہے وہ اسلامی تاریخ کی کربناک داستان ہے جسے پڑھ کر آج بھی داعیان حق کے حوصلے بلند اور ان کی روح کو غذا اور فکر کو بالیدگی نصیب ہوتی ہے۔

مصائب پر صبر

دعوت کا میدان گلابوں سے بچھا ہوا نہیں ہے بلکہ مصائب اور خطرات سے پُر ہے،اس معاملے میں سب سے بہترین نمونہ انبیاءعلیہم السلام ہیں،انہوں نے اپنی قوموں سے جن مصیبتوں کا سامنا کیا، وہ اسلامی تاریخ کے سینے میں قیامت تک کے لیے محفوظ ہے،اور اس پر قرآن مجید بھی شاہد عدل ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ سے فرمارہا ہے:’’آپ سے پہلے کے پیغمبروں کا بھی مذاق اُڑایا گیا‘تو ان کا مذاق اُڑانے والوں کو اسی عذاب نے گھیر لیا جس کا وہ مذاق اُڑا رہے تھے‘‘۔(الانعام:10)
اسی طرح پیغمبروں کے متّبعین جس قدر دعوت الی اللہ میں جانفشانی سے کام لیں گے انہیں بھی ایسی ہی تکلیفیں اٹھانی پڑیں گی جیسا کہ ان معزّز ومحترم انبیاءعلیہم السلام کو اٹھانی پڑیں۔فرمان نبوی ہے:’’تمام انسانوں میں سب سے زیادہ آزمائشیں انبیاءعلیہم السلام پر آتی ہیں، ان کے بعد ان پر جو ان جیسے ہوتے ہیں اور پھر ان پر جو ان جیسے ہوتے ہیں‘‘۔(مسند احمد)

اخلاقِ حسنہ

داعی کیلئے ضروری ہے کہ وہ اچّھے اخلاق سے متصف ہو‘ اور اپنی دعوت میں حکمت استعمال کرے‘ کیونکہ یہ اسکی دعوت کی مقبولیت کا ایک اہم ذریعہ ہے‘اخلاق اور حکمت کے بغیر اہم ترین دعوت بھی بے اثر بن کر رہ جاتی ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے دو معزّز پیغمبر حضرت موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کو یہ دونوں چیزیں اس شخص کے مقابلے میں پیش کرنے کا حکم دیا جو روئے زمین کا سب سے بڑا سرکش، باغی اور اپنی خدائی کا دعویدار تھا۔فرمانِ الٰہی ہے:
’’پس اس سے نرم گفتگو کیجئے،شاید وہ نصیحت قبول کرلے یا اس کے دل میں اللہ کا خوف آجائے‘‘۔(طٰہٰ:44)
اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا:
’’آپ فرعون کے پاس جایئے، وہ سرکش ہوگیا ہے، پھر اس سے کہئے کہ کیا تو اپنی درستگی اور اصلاح چاہتا ہے کہ میں تیرے رب کی طرف تیری رہنمائی کروں تاکہ تو اس سے ڈرنے لگے‘‘۔(النازعات:19-17)
اور اسی دعوت الی اللہ کے لیے اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی محمد ﷺ کو اپنی خصوصی نوازشوں سے ایسی صفات عطا فرمائیں جو کارِ نبوت میں بڑی ممد ومعاون ثابت ہوئیں۔ جیسا کہ فرمان باری ہے:’’اے نبی: ہم نے آپ کو دونوں جہانوں کیلئے رحمت بنا کر بھیجا ہے‘‘(الأنبیاء:107)
نیز فرمان ہے:’’یہ اللہ کی مہربانی ہے کہ آپ ان کیلئے نرم دل واقع ہوئے ہیں‘اگر آپ بدمزاج‘سخت دل ہوتے تو وہ (صحابہ کرام ؓ) آپکے پاس سے چھٹ جاتے‘‘.
(آلِ عمران:159)
نیز فرمایا:’’ آپ عظیم اخلاق پر فائز ہیں‘‘۔(قلم:5)
پھر فرمایا:’’اور انکے ساتھ بحث میں سب سے عمدہ اسلوب اختیار کیجئے‘‘۔[.النحل:125]

قوی امید

داعی کے لیے ضروری ہے کہ وہ مضبوط امید کا مالک ہو‘اپنی

43 agust2012.indd 7 9/12/12 5:30 PM

دعوت کی تاثیر اور اپنی قوم کی ہدایت سے مایوس نہ ہو اور نہ ہی اللہ کی مدد اور اسکی تائید سے آس توڑے‘ اگرچہ کہ کتنا ہی لمبا عرصہ لگے‘ اس کے لیے انبیاء علیہم السلام کی زندگیاں بہترین نمونہ ہیں‘ حضرت نوح علیہ السلام ساڑھے نو سو سال تک اللہ کی طرف بلاتے رہے‘ اور اس کے لیے اپنی طویل ترین زندگی کا ایک ایک دن، ایک ایک رات، اور ایک ایک لمحہ قربان کر دیا، اس ساری جد وجہد اور حرکت وعمل کے باوجود نہ کبھی ایک لمحے کے لیے تھکاوٹ محسوس کی اور نہ دل برداشتہ ہوئے۔ حضرت نوح علیہ السلام کی دعوتی کوششوں کو سمجھنے کے لیے سورہ نوح کا مطالعہ مفید رہے گا۔

جہاں تک امید کا تعلق ہے ہمارے رسول ﷺ کی سیرت طیبہ ہمارے لیے بہترین نمونہ ہے، جس وقت آپ پر کفار کی سختیاں زیادہ ہوگئیں تو ملک الجبال (پہاڑوں پر متعین فرشتہ) آپ کی خدمت میں آ کر اجازت طلب کرتا ہے کہ وہ ان کفار کو دونوں پہاڑوں کے درمیان کچل دے‘ لیکن آپ ﷺ نے فرمایا: ”نہیں! بلکہ میں ان کے لیے مہلت کا خواستگار ہوں‘ شاید کہ اللہ تعالیٰ ان سے ایسی نسل پیدا کرے جو ایک اللہ کی عبادت کرے گی اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں ٹھہرائے گی“۔ (البدایۃ والنھایۃ)

چنانچہ ہوا بھی یہی کہ چند سالوں میں سارا عرب حلقہ بگوش اسلام ہوگیا، اور کل تک جو رہزن تھے آج وہ رہرو ہی نہیں بہترین رہبر بن گئے، جن کی زندگیاں فسق وفجور میں ڈوبی ہوئی تھیں آج وہ صداقت وپاکیزگی کے ایسے بلند اور مقدس مقام پر فائز ہوگئے کہ خود صداقت وپاکیزگی کو ان کے انتساب سے شرف حاصل ہوگیا۔ اور اسلام کو ایسے ذہین، بہادر، ایماندار اور بلند حوصلہ افراد کی ایک بہت بڑی ٹیم مل گئی جنھوں نے اسلام کے پیغام کو اس وقت کی ساری مہذب قوموں تک پہنچایا اور تقریباً نصف کرّہ ارض کو اسلامی مملکت میں شامل کر دیا۔

جب بھی داعی اس اہم صفت کو گنوا بیٹھے گا وہ شروع راہ میں ہی ٹھہر جائے گا اور اپنے کام میں ناکامی سے دوچار ہوگا۔ اور جو بھی دعوت ان بنیادوں پر استوار نہیں ہوگی‘ یا اس کا منہج پیغمبروں کے منہج سے جُدا ہوگا تو وہ عنقریب ناکام ہوجائے گی‘ کمزور پڑ جائے گی اور اس کی کوششیں سوائے بیکار کی تھکاوٹ کے اور کچھ نہیں ہوں گی۔

اسلام میں اختلاف کی گنجائش نہیں:

دعوتی میدان میں کام کرنے والی تمام جماعتوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ مندرجہ بالا اصول پر اپنی دعوت شروع کریں، اگر ایسا ہوا تو پھر دعوتی میدان میں کام کرنے والی جماعتوں کے درمیان چشمک خود بخود ختم ہوجائے گی اور تمام جماعتیں مختلف ذریعوں سے ایک ہی مقصد کے حصول میں جٹ جائیں گی، اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ کا منہج ایک ہے‘ اس میں نہ تو کوئی تقسیم ہے اور نہ اختلاف۔ پیغمبر ﷺ کے متبعین اسی صراط مستقیم پر گامزن ہیں‘ اس میں انکے درمیان کوئی اختلاف نہیں، بلکہ اختلاف ان میں ہے جو اس منہج کی مخالفت کرنے والے ہیں‘ جیسا کہ ارشادِ الٰہی ہے: ”اور بے شک یہی میری سیدھی راہ ہے‘ پس تم لوگ اسی کی پیروی کرو‘ دیگر طریقوں کی پیروی نہ کرو وہ تمہیں اُس (اللہ) کی (سیدھی) راہ سے ہٹا دیں گے۔“ (الانعام:153)

یہ آپس میں ایک دوسرے سے اختلاف رکھنے والی مختلف جماعتیں‘ خود دین کے لیے خطرہ اور جو لوگ اسلام میں داخل ہونا چاہتے ہیں ان کے لئے رُکاوٹ بنی ہوئی ہیں جیسا کہ اس طرح کے بے شمار واقعات پیش آچکے ہیں کہ کچھ غیر مسلموں نے اسلام لانے کا ارادہ کیا تو انہیں لبھانے کے لیے مختلف مسلم جماعتیں ان کے پاس پہنچ گئیں اور انہوں نے اپنی جماعت کا تعارف اس طرح کرایا کہ گویا حقیقی اسلام وہی ہے جو ان کی جماعت پیش کر رہی ہے‘ اور ساتھ ہی یہ تنبیہ بھی کر دی کہ اگر وہ مسلمان ہوکر ان کی جماعت میں داخل نہیں ہوئے تو پھر ان کا اسلام لانا ہی فضول ہے۔ یہ کیفیت دیکھ کر اسلام کی جانب مائل ان غیر مسلموں کو اسلام سے سخت تکدر پیدا ہوگیا اور وہ نہ صرف اسلام بلکہ مسلمانوں سے بھی متنفر ہوگئے۔

اس لیے یہ ضروری ہوگیا کہ ان کے اختلاف کو واضح کیا جائے اور بتلایا جائے کہ ان کے اس اختلاف کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔ جیسا کہ فرمانِ تعالیٰ ہے: ”بے شک جن لوگوں نے اپنے دین میں اختلاف پیدا کیا اور جماعتوں میں بٹ گئے‘ آپ (محمد ﷺ) کا ان سے کوئی تعلق نہیں ہے“۔ (الانعام:159)

اس لیے کہ اسلام دین پر جمع ہونے کی دعوت دیتا ہے۔ جیسا کہ فرمانِ الٰہی ہے: ”دین قائم کرو اور آپس میں پھوٹ نہ ڈالو۔“ [الشوریٰ:13]

نیز ارشاد ہے: ”اللہ کی رسّی کو تمام مل کر مضبوطی سے تھام لو اور آپس میں پھوٹ کا شکار نہ بنو“۔ [آل عمران:103]

اللہ تعالیٰ امت کی تمام جماعتوں کو انبیائے کرام کے اسلوب دعوت کو اختیار کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

☆☆☆

(بقیہ صفحہ ۹ کا)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ پریشانی کے وقت یہ دعا پڑھتے تھے: (یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ بِرَحْمَتِکَ أَسْتَغِیْثُ) [الترمذی: 3524 ۔ وصححہ الألبانی فی السلسلۃ الصحیحۃ :3182] ”اے زندہ، اے قیوم! میں تیری رحمت کے ساتھ مدد کا طلبگار ہوں۔“

دعائے یونس علیہ السلام: (لَا إِلٰہَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَکَ إِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظَّالِمِیْنَ) ”تیرے سوا کوئی معبودِ برحق نہیں، تو پاک ہے۔ بے شک میں ہی ظلم کرنے والوں میں سے تھا۔“

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (إِنَّہُ لَمْ یَدْعُ بِھَا مُسْلِمٌ فِیْ شَیْءٍ قَطُّ إِلَّا اسْتَجَابَ اللّٰہُ لَہُ بِھَا) ”جو مسلمان ان کلمات کے ساتھ کوئی بھی دعا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے یقیناً قبول کرتا ہے۔“

[صححہ الحاکم فی المستدرک ج 1 ص 505 ووافقہ الذہبی]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس شخص کو حزن وملال پہنچے، پھر وہ یہ دعا کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے حزن وملال کو ختم کر دیتا ہے اور اس کی پریشانی کو دور کر دیتا ہے:

(اَللّٰھُمَّ إِنِّیْ عَبْدُکَ وَابْنُ عَبْدِکَ وَابْنُ أَمَتِکَ نَاصِیَتِیْ بِیَدِکَ، مَاضٍ فِیَّ حُکْمُکَ، عَدْلٌ فِیَّ قَضَاؤُکَ، أَسْأَلُکَ بِکُلِّ اسْمٍ ھُوَ لَکَ سَمَّیْتَ بِہٖ نَفْسَکَ أَوْ عَلَّمْتَہُ أَحَدًا مِّنْ خَلْقِکَ، أَوْ أَنْزَلْتَہُ فِیْ کِتَابِکَ، أَوِ اسْتَأْثَرْتَ بِہٖ فِیْ عِلْمِ الْغَیْبِ عِنْدَکَ أَنْ تَجْعَلَ الْقُرْآنَ رَبِیْعَ قَلْبِیْ، وَنُوْرَ صَدْرِیْ، وَجَلَاءَ حُزْنِیْ وَذَھَابَ ھَمِّیْ)

[احمد: 3712 وصححہ الشیخ احمد شاکر ج 5 ص 266، والألبانی فی الصحیحۃ:199]

”اے اللہ! بے شک میں تیرا بندہ ہوں اور تیرے بندے اور تیری بندی کا بیٹا ہوں۔ میری پیشانی تیرے ہاتھ میں ہے۔ میرے بارے میں تیرا حکم جاری ہے۔ میرے بارے میں تیرا فیصلہ مبنی برعدل ہے۔ میں تجھ سے تیرے ہر اس نام کے ساتھ سوال کرتا ہوں جو تو نے اپنے لئے منتخب کیا ہے، یا تو نے اسے اپنی مخلوق میں سے کسی کو سکھلایا یا اسے اپنی کسی کتاب میں اتارا، یا تو نے اسے اپنے پاس علمِ غیب میں خاص رکھا کہ تو قرآن مجید کو میرے دل کی بہار اور میرے سینے کا نور اور میرے غم کو دور کرنے والا اور میری پریشانی کو ختم کرنے والا بنا دے۔“

43 agust2012.indd 8 9/12/12 5:31 PM

نسخۂ سعادت

چوتھی قسط

خوشگوار زندگی کے راہنما اصول

ڈاکٹر حافظ محمد اسحاق زاہد (کویت)

چھٹا اصول: دعا

کامیاب اور خوشحال زندگی کے حصول کا چھٹا اصول دعا ہے، یعنی اللہ تعالی سے خوشحالی کا اور مشکلات، غموں اور صدموں سے نجات پانے کا سوال کرنا۔ کیونکہ خوشحالی کے تمام خزانوں کی چابیاں اللہ رب العزت ہی کے پاس ہیں اور مصائب وآلام سے نجات دینے والا اس کے سوا اور کوئی نہیں۔ اور بندۂ مومن جب اللہ تعالی کے سامنے اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتا ہے تو اللہ تعالی کو شرم آتی ہے کہ وہ انہیں خالی لوٹا دے۔ جیسا کہ صحیح حدیث سے ثابت ہے۔ حضرت سلمان الفارسی ﷺ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: (إِنَّ اللّٰهَ حَيِيٌّ كَرِيمٌ يَسْتَحْيِيْ إِذَا رَفَعَ الرَّجُلُ إِلَيْهِ يَدَيْهِ أَنْ يَرُدَّهُمَا صِفْرًا خَائِبَتَيْنِ) [ترمذی:3556، ابوداؤد: 1488، ابن ماجہ:3865۔ وصححہ الألبانی]

''بے شک اللہ تعالی حیا کرنے والا اور نہایت مہربان ہے اور کوئی آدمی جب اس کی طرف ہاتھ بلند کرتا ہے تو اسے حیا آتی ہے کہ وہ انہیں خالی اور ناکام واپس لوٹا دے۔''

دعا کرنے سے تین فوائد میں سے ایک فائدہ ضرور ملتا ہے، یا تو اللہ تعالی دعا کرنے والے کا سوال پورا کر دیتا ہے، یا اس کی دعا کو اس کیلئے ذخیرۂ آخرت بنا دیتا ہے، یا اس دعا کے سبب آنے والی کسی مصیبت کو ٹال دیتا ہے۔

یہ بات بھی صحیح حدیث سے ثابت ہے۔ حضرت عبادۃ بن صامت ﷺ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''خطۂ زمین پر پایا جانے والا کوئی مسلمان جب اللہ تعالی سے کوئی دعا کرتا ہے تو اللہ تعالی اسے اس کی طلب کی ہوئی چیز دے دیتا ہے یا اس جیسی کوئی مصیبت اس سے ٹال دیتا ہے بشرطیکہ وہ گناہ یا قطع رحمی کی دعا نہ کرے'' یہ سن کر لوگوں میں سے ایک شخص کہنے لگا: تب تو ہم اور زیادہ دعا کریں گے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ اور زیادہ عطا کرے گا۔'' [ترمذی:3573 وصححہ الألبانی]

اس لیے دعا ضرور کرنی چاہئے اور کوئی واسطہ ڈھونڈے بغیر براہِ راست اللہ سے کرنی چاہئے کیونکہ اللہ تعالی کا فرمان ہے:

﴿وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَإِنِّيْ قَرِيْبٌ أُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ﴾ [البقرۃ:186]

''اور جب میرے بندے آپ سے میرے متعلق پوچھیں تو انہیں کہہ دیجئے کہ میں (ان کے) قریب ہی ہوں۔ کوئی دعا کرنے والا جب مجھے پکارتا ہے تو میں اس کی دعا قبول کرتا ہوں۔''



اس لیے جو قریب ہے، پکار کو سن سکتا ہے، سن کر قبول بھی کرتا ہے اور پھر مدد کرنے پر بھی قادر ہے صرف اسی کو پکارنا چاہئے اور اسے چھوڑ کر کسی اور کو نہیں پکارنا چاہئے۔

دعا خصوصاً قبولیت کے اوقات میں کرنی چاہئے۔ مثلاً سجدے کی حالت میں، اذان اور اقامت کے درمیان، یومِ جمعہ کو عصر کے بعد مغرب تک اور خاص طور پر رات کے آخری حصے میں جبکہ اللہ تعالی آسمان دنیا پر تشریف لا کر کہتا ہے: مَنْ يَّدْعُوْنِيْ فَأَسْتَجِيْبَ لَهُ ؟ مَنْ يَّسْأَلُنِيْ فَأُعْطِيَهُ ؟ مَنْ يَّسْتَغْفِرُنِيْ فَأَغْفِرَ لَهُ [مسلم 758]

''کیا کوئی ہے جو مجھ سے دعا مانگے تو میں اس کی دعا قبول کروں؟ اور کیا کوئی ہے جو مجھ سے سوال کرے تو میں اس کا سوال پورا کروں؟ اور کوئی ہے جو اپنے گناہوں پر مجھ سے معافی مانگے تو میں اسے معاف کر دوں؟''

اور دعا میں دنیا وآخرت دونوں کی خیر وبھلائی کا سوال کرنا چاہئے۔ خصوصاً یہ دعا: (اَللّٰهُمَّ أَصْلِحْ لِيْ دِيْنِيْ الَّذِيْ هُوَ عِصْمَةُ أَمْرِيْ ، وَأَصْلِحْ لِيْ دُنْيَايَ الَّتِيْ فِيْهَا مَعَاشِيْ ، وَأَصْلِحْ لِيْ آخِرَتِيْ الَّتِيْ فِيْهَا مَعَادِيْ ، وَاجْعَلِ الْحَيَاةَ زِيَادَةً لِّيْ فِيْ كُلِّ خَيْرٍ، وَاجْعَلِ الْمَوْتَ رَاحَةً لِّيْ مِنْ كُلِّ شَرٍّ) [مسلم:2720]

''اے اللہ! تو میرا دین میرے لیے سنوار دے جو کہ میرے معاملاتِ زندگی کے تحفظ کا ذریعہ ہے۔ اور میرے لیے میری دنیا کو بھی ٹھیک کر دے جس میں میری گذران ہے۔ اور میرے لیے میری آخرت کو بھی بہتر بنا دے جس میں مجھے لوٹ کر جانا ہے۔ اور میری زندگی کو میرے لیے ہر خیر میں اضافے کا باعث بنا اور میری موت کو میرے لیے ہر شر سے راحت بنا۔''

برادران اسلام! اب وہ دعائیں پیش کی جاتی ہیں جنھیں خاص طور پر پریشانی کے عالم میں بار بار پڑھنا چاہئے اور جن کا پڑھنا رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے۔

پریشانی اور صدمے کے وقت کی دعائیں

◉ حضرت اسماء بنت عمیسؓ کو آپ ﷺ نے پریشانی کے وقت یہ دعا پڑھنے کی تلقین کی: (اَللّٰهُ رَبِّيْ لَا أُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا) ''اللہ ہی میرا رب ہے، میں اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں بناتا۔'' [ابوداؤد:1525، وصححہ الألبانی فی صحیح سنن ابی داؤد ج1 ص284]

◉ حضرت ابن عباس ﷺ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ پریشانی کے وقت یہ دعا پڑھتے تھے: (لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ الْعَظِيْمُ الْحَلِيْمُ ، لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ رَبُّ السَّمٰوَاتِ وَرَبُّ الْأَرْضِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ) [البخاری۔ الدعوات باب الدعاء عند الکرب۔ الفتح ج11 ص123، مسلم :2730]

''اللہ کے سوا کوئی معبودِ برحق نہیں، وہ عظمت والا اور بردبار ہے، اللہ کے سوا کوئی معبودِ برحق نہیں، وہ عرشِ عظیم کا رب ہے، اللہ کے سوا کوئی معبودِ برحق نہیں، وہ آسمانوں کا رب اور زمین کا رب اور عرشِ عظیم کا رب ہے۔''

◉ حضرت علی ﷺ کو آپ ﷺ نے پریشانی کے وقت یہ دعا پڑھنے کی تلقین کی: (لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ الْحَلِيْمُ الْكَرِيْمُ ، سُبْحَانَ اللّٰهِ وَتَبَارَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ)

[مسند احمد ج1 ص91 وصححہ الشیخ احمد شاکر ج2 ص87]

''اللہ کے سوا کوئی معبودِ برحق نہیں، وہ بردبار اور کریم ہے۔ اللہ پاک ہے اور بابرکت ہے وہ اللہ جو عرشِ عظیم کا رب ہے۔ اور تمام تعریفیں اس اللہ کیلئے ہیں جو تمام جہانوں کا رب ہے۔''

◉ حضرت ابو بکرہ ﷺ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''پریشان حال کو یہ دعا پڑھنی چاہئے:

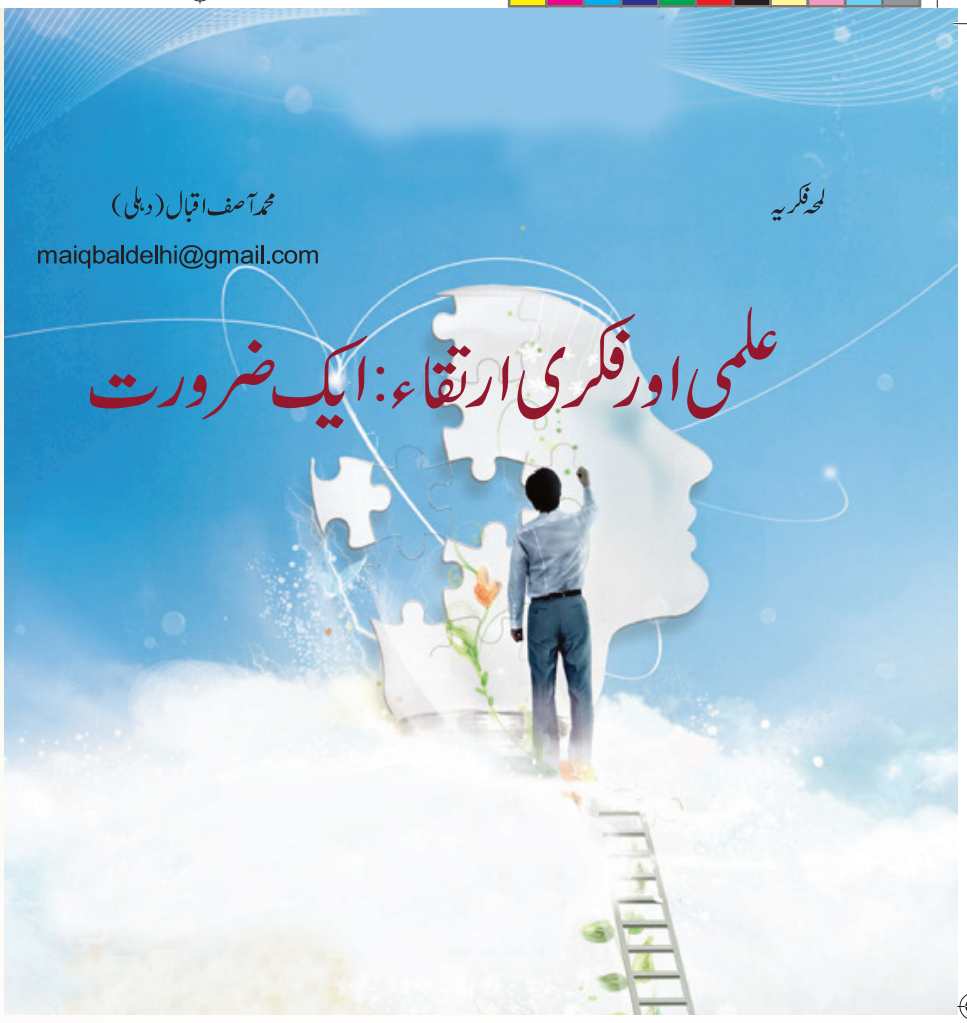
(اَللّٰهُمَّ رَحْمَتَكَ أَرْجُوْ فَلَا تَكِلْنِيْ إِلٰى نَفْسِيْ طَرْفَةَ عَيْنٍ وَأَصْلِحْ لِيْ شَأْنِيْ كُلَّهُ) [ابوداؤد:5090، وحسنہ الالبانی فی صحیح الکلم الطیب 121]

''اے اللہ! میں تیری رحمت کا امیدوار ہوں۔ لہذا تو مجھے پل بھر کیلئے بھی میرے نفس کے حوالے نہ کر اور میرا ہر کام میرے لیے ٹھیک کر دے۔'' (باقی صفحہ ۸ پر)

43 agust2012.indd 9 9/12/12 5:31 PM

محمد آصف اقبال (دہلی)
maiqbaldelhi@gmail.com

علمی اور فکری ارتقاء: ایک ضرورت



اللہ تعالیٰ نے دنیا کو انسانوں کے لیے بنایا اور اس دنیا کی زندگی کے آغاز میں جبکہ وہ ایک طفل کی مانند تھی اس وقت رہنمائی کے لیے نبیوں کے سلسلے کا آغاز کیا تا کہ ہدایت و رہنمائی مسلسل حاصل ہوتی رہے۔ اس اہم ذمہ داری پر ایک لاکھ چوبیس ہزار نبیوں کے سلسلے کو مبعوث کیا اور نبی آخرالزماں حضرت محمد ﷺ کے ذریعہ نبیوں کے سلسلے کا اختتام کر دیا گیا۔ آج نبی کریم کو بھی اس دنیا سے رخصت ہوئے تقریباً پندرہ صدیاں مکمل ہونے کو ہیں۔ آغاز ہی میں فکر کو صالحیت سے ہمکنار کیا اور جس قدر اس کو ضرورت تھی اسی قدر پختگی عطا کی گئی۔ تہذیب و تمدن سے نوازا گیا اور پھر رفتہ رفتہ وقت اور ضرورت کا لحاظ رکھتے ہوئے مزید رہنمائی دی جاتی رہی۔ ایک طرف اسلام نے تہذیب و تمدن عطا کیا تو دوسری طرف عقل انسانی نے بھی اپنے جوہر دکھائے۔ کبھی اسلام کی چہار دیواری میں رہ کر زندگیاں بسر کی گئیں تو کبھی اس سے دوری پیدا کرنا اپنی شان سمجھا گیا۔ کبھی محدود عقل کو ٹھنڈے اور میٹھے دریاؤں سے سیراب کیا گیا تو کبھی گندے نالوں اور جامد پانی کے ڈھیروں سے حیات جاوداں طلب کی گئی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ سوائے چند لوگوں کے زیادہ تر لوگ اِدھر اُدھر بھٹکتے رہے اور پھر بھٹکنے والوں کی تعداد میں آنے والی ہر نئی صبح اضافہ ہی ہوتا گیا۔ آج یہ تعداد اپنے بامِ عروج پر ہے۔ اُن لوگوں نے گمراہیوں میں لت پت ہونے کے باوجود اس گندی دلدل ہی میں رہنا پسند کیا جس کو اگر ایک مرتبہ وہ اپنی آنکھ سے دیکھ لیتے تو شاید وہ اپنی ہلاکت پسند کرتے اور دوبارہ اس کا رخ نہ کرتے لیکن ان کی آنکھوں پر پٹی باندھی گئی جس کو وہ اپنی کم علمی اور کم فہمی کی بنا پر باندھے گھومتے رہے اور نظر کچھ نہ آیا۔ اس کے باوجود وہ سب کچھ دیکھ رہے تھے، سب کچھ جانتے تھے، اور ان کو کسی ایسے درس کی بھی ضرورت نہیں جس سے ان کی آنکھوں پر بندھی پٹی کھل جائے۔ وجہ؟ کچھ نہیں! سوائے اس کے کہ وہ اس کے عادی ہو چکے تھے اور اپنی عادت کو بدلنا نہیں چاہتے تھے۔ بس آج بھی یہی حقیقت ہے اس گروہ کی جو اپنے آپ کو تہذیب و تمدن کا علمبردار سمجھتا ہے اور اپنی فرعونیت کو چہار جانب پھیلانے کا خواہاں ہے۔ اس کے برعکس اس گروہ کا بھی عجب حال ہے جو اپنی الگ پہچان، الگ ضابطہ حیات رکھنے کے باوجود اِس بات کا خواہاں ہے کہ اُس جیسی چال ڈھال کو اپنا کر اُن ہی جیسا بن جائے جس کا تذکرہ اوپر آچکا ہے۔

نام نہاد انسانیت کے علمبردار:

آج جس تہذیب کا سکہ دنیا پر چھایا ہوا ہے اگر اس کا مطالعہ کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ خود ہی اس مقام تک نہیں پہنچ گئی بلکہ اس کے لیے منظّم کوششیں کی گئیں۔ اپنی آرزوؤں اور تمناؤں کو دنیا پر مسلط کرنے کے لیے قربانیاں دی گئیں۔ اس کو ہمہ گیر بنانے کے لیے کبھی معصوموں کے خون کی ندیاں بہائی گئیں تو کبھی نام نہاد انسانیت کے علمبرداروں نے انسانوں کو گھروں سے گھسیٹ کر ان کو میدانوں میں لا کر پھینک دیا جہاں وہ درندوں کا لقمہ اجل بنیں۔ نیز ان کو مادہ پرستانہ تہذیب کے رنگ میں رنگنے کی کوششیں کی گئیں جس کے پیچھے ان کا اصل مقصد خدا پرستانہ اصول واقدار اور تہذیب وثقافت کو جڑ سے اکھاڑ کر نئے طرز فکر، نئے دل ودماغ اور نئے مقاصد کا فروغ تھا۔ انھوں نے دولت کے ایسے انبار لگائے اور ایسی سبز و شاداب وادیوں کی سیر کرائی جو حقیقت میں تو خواب ہی تھے مگر اس کو حقیقت میں بدلنے کے لیے ''معصوم انسانوں'' کے ذہنوں کو بدل دیا۔ پھر خیر وشر میں سب سے بلند مقام دولت کو حاصل ہوا جس نے انسانیت کو بدترین درجہ کے گڑھوں میں تبدیل کر دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اشتراکیت مستحکم ہوئی اور اسلامی فکر کے علمبردار جو بہت کمزور ہو گئے تھے احساس کمتری کا شکار ہوتے گئے۔ مفکرین و مصلحین نیز حکمرانوں کی ایک بڑی تعداد احساس کمتری کا شکار ہو کر یہ سمجھ بیٹھی کہ اسلام اب ماضی کا قصہ ہے۔ اگر اس کی ضرورت ہے تو بس عبادات کی حد تک جہاں تک دنیاوی نظام کو چلانے کی بات ہے تو وہ نظامِ حکومت اِن ہی مغربی مفکرین کے پاس ہے جو آج دنیا کے امام بنے بیٹھے ہیں۔ جو آج اپنے ہاتھ میں دنیا کی باگ دوڑ سنبھالے ہوئے ہیں۔ اس احساس کمتری کی اصل وجہ قرآن وسنت کی تعلیمات سے دوری اور ناواقفیت تھی اور یہی صورتحال ہم آج کے "روشن خیال" طبقے میں بھی موجود پاتے ہیں۔ غور کریں تو معلوم ہوگا کہ صرف موجودہ حالات میں ہی نہیں بلکہ امت مسلمہ کے لیے ہر دور میں ایک ایسا گروہ ناگزیر رہا ہے جو نہ صرف اسلامی زندگی کے ہر میدان میں نمایاں خدمات انجام دیتا رہا ہو بلکہ علمی اور فکری لحاظ سے وہ اس قدر مضبوط ہو کہ اسلام کے خلاف اور اسلام کے نظام حیات سے ٹکرانے والی ہر فکر کا موثر اور مدلل جواب دینے کی صلاحیت رکھتا ہو۔ جہاں غیر اسلامی فکر کے حاملین ومفکرین کے لیے یہ چیز معنی خیز نہیں کہ اس فکر کے علمبردار ہونے کی حیثیت سے خود ان کا عقیدہ کس قدر

43 agust2012.indd 10 9/12/12 5:31 PM

مضبوط ہے اور عملی میدان میں ان کی زندگیاں کیا شہادت دے رہی ہیں۔اس کے برخلاف اسلامی فکر اور اس کے علمبرداروں کے لیے یہ چیز لازمی ہے کہ ان کے عمل اور ان کی فکر میں تضاد نہ پایا جائے۔

اس اہم ترین نکتہ پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلامی فکر کے علمبرداروں کے لیے علمی، فکری اور عملی میدان میں ربط و یکسانیت رکھنا ناگزیر ہے۔یہی وہ چیز ہے جو اسلام کی فکری تحقیقات کو دیگر نظریات سے الگ کر دیتی ہے۔ اس سے واضح ہوا کہ عمل کے لیے مضبوط فکر ضروری ہے اور فکر کے لیے علم کا ہونا لازم و ملزوم کی حیثیت رکھتا ہے۔وہیں دوسری طرف محقق کا علم اور اس علم کی بنیاد پر اس کا عمل کس حد تک یکسانیت رکھتا ہے یہ بھی غور کرنے کے قابل ہے اور اسلام میں اس چیز کی ہی اہمیت ہے۔پھر دنیا بھی اسی نقطہ نظر سے دیکھتی اور پرکھتی ہے۔یہ ممکن ہے کہ کسی کا کل، آج سے مختلف ہو یعنی ماضی اور حال میں تضاد ہوسکتا ہے اور ہم بھی ماضی کی بات نہیں کریں گے صرف حال اور مستقبل کی ہی بات کریں گے۔لیکن آج اگر علم اور عمل میں تضاد ہوتا ہے تو یہ ایک مسلمان کے لیے بہتر علامت نہیں ہوگی۔

ایک زمانے میں کلیسا سے بغاوت کے نتیجہ میں مذہب کو اور مذہب کی جائز پابندیوں کو بھی زندگی کے ہر میدان سے مکمل طور پر الگ کر دیا گیا۔نتیجتاً ایک ایسے سماج کا جنم ہوا جہاں زندگی کے کسی بھی مرحلہ میں کوئی قید نہیں جہاں نہ صرف خاندان تباہ ہوئے بلکہ تہذیب و تمدن کی بنیادیں تک تبدیل ہوگئیں۔''روشن خیالی'' کے ابتدائی دور سے لے کر اب تک اسلامی تعلیمات و عقائد اپنے آپ میں مکمل جاذبیت رکھنے کے باوجود اسلام اور اسلامی تعلیمات سے بغض رکھنے والوں کے لیے چیلنج بنے رہے ہیں۔لہذا یہ قوتیں مختلف مفروضوں کے تحت حملے کرتی رہی ہیں اور آج بھی کر رہی ہیں۔افسوس! کہ دوسری جانب ان باہری حملوں سے جس قدر اسلام کو کسی بھی دور میں نقصان نہ پہنچا ہوگا اس سے کہیں زیادہ ''روشن خیالی'' اور خود ساختہ مفکرین و مصلحین نے اسلام کو ضربیں لگائی اور لگائے چلے جا رہے ہیں اور ان کی معصومیت کی انتہا یہ کہ وہ خود اس بات سے ناواقف ہیں۔

اسلام بمعنی رحمت:

اسلام! جس نے بنی نوع کو علم کی دولت سے نوازا، غور و فکر کرنے کے لیے کہا، تحقیق و جستجو جسکی بنیاد ہے۔اللہ تعالی نے دنیا میں انسان کے لیے جو بیشمار نعمتیں رکھی ہیں ان کے حصول کی دعوت دی اور ان سے فیضیاب ہونے کی تلقین کی۔جب تک مسلمانوں نے اس پر عمل کیا دنیا کے امام کی حیثیت سے رہے اور جب ان چیزوں کو جس جس مرحلہ میں چھوڑتے گئے اسی طرح مغلوب اور ناکام ہوتے گئے۔جب تک قرآن و سنت کو بنیاد بنا کر اسلامی فکر سے سیراب ہوئے اور مسائل کو حل کیا۔تب تک مسائل بھی حل ہوئے اور ہر طرح کا آرام و سکون بھی میسّر آیا۔لیکن جیسے جیسے اسلامی فکر و عمل سے دوری ہوئی ان کی ذہنی ساخت بھی کمزور ہوتی گئی۔نتیجتاً ایک دور ایسا بھی آیا کہ علم و فکر اور عمل سے عاری مسلمان اسلامی تعلیمات سے عملی زندگی میں بھی دور ہو گئے۔''روشن خیالی'' کے بہاؤ میں بہنا نہ صرف ان کی مجبوری بن گئی بلکہ ان کی پسند بھی بنتی چلی گئی۔اپنے مضبوط تناور درخت سے وہ ایک ایک پتے کی طرح ٹوٹتے اور بکھرتے چلے گئے۔پانی کے تیز دھارے سے مقابلہ کرنا ان کے لیے خود کو موت کے گھاٹ اتارنے کے برابر ہوگیا اور دہکتی آگ میں وہ اس قدر جھلس گئے کہ اپنی شناخت ہی کھو بیٹھے۔

ایسا نہیں ہے کہ اسلامی فکر رکھنے والے لوگ ناپید ہوگئے یا کسی بھی زمانے میں نایاب ہوگئے بلکہ سچ یہ ہے کہ جس زمانے میں بھی جس قدر ان کی تعداد رہی اس سے کہیں زیادہ ان کی کوششوں کے مثبت نتائج برآمد ہوئے۔ دراصل علم وہ ہے جس پر مضبوط فکر کی تعمیر کی جاسکے اور فکر وہ ہے جو عمل میں تبدیل ہوکر دنیا کو فیضیاب کر سکے۔ان تینوں چیزوں میں جہاں اور جتنی بھی کمی ہوگی اس کے نتائج بھی اتنے ہی کم حاصل ہوسکیں گے۔پانی کے تیز بہاؤ میں بہنا نہایت آسان ہے لیکن اگر اس تیز بہاؤ کے رخ کو بدلنے کی جرأت ہو تو پھر یہ بھی ممکن ہے کہ بدن میں درد ہو، ہاتھ پیر سوج جائیں، تیز بہاؤ میں بہتی ہوئی چیزوں سے ٹکرانے کے نتیجہ میں ہاتھ پاؤں کی ہڈیاں ٹوٹیں اور وقتی طور پر کچھ اس سے بھی بڑی آزمائش کا سامنا کرنا پڑ جائے۔لیکن جو لوگ اس بہاؤ کا رخ بدلنا چاہتے ہیں اور ساتھ ہی ان کو پورا یقین بھی ہو کہ پانی کا بہاؤ ان کو بربادی و تباہی کی طرف بہت تیزی کے ساتھ لیے جا رہا ہے تو ایسے میں یہ چھوٹی آزمائش برداشت کرنا شاید اس سے کہیں بہتر ہو کہ حالات کے دھارے پر بہہ جایا جائے۔

بصیرت افروز نگاہ:

ضروری ہوا کہ آزمائشوں کو برداشت کرنے سے پہلے اُن راہوں کا صحیح فہم ہونا چاہئے جو بربادی سے بچا کر ہدایت و فلاح فراہم کرانے والی ہیں۔اگر یہ بصیرت نہ ہو تو ان سے ٹکرانا تو درکنار ان سے ٹکرانے کے بارے میں سوچنا بھی اس سے کہیں زیادہ خوفناک ہوجائے گا۔کیونکہ اللہ تعالی نے انسانوں کو یہ نعمت دی ہے کہ وہ علم و فہم کی بنا پر فیصلہ کریں۔اور جہاں یہ علم نہیں ہوتا وہاں فیصلے بھی صحیح نہیں ہو پاتے یا جس درجہ کا علم ہوتا ہے اسی درجہ کے فیصلے لیے جاتے ہیں۔لہذا یہ بات پوری طرح عیاں ہوگئی کہ باطل کے تیز بہاؤ کے رخ کو موڑنے والوں کے لیے خود علمی، فکری اور عملی بنیادوں پر پختہ ہونا چاہئے۔یہی پختگی ان کے کردار کو اس درجہ بلند کر دیتی ہے جس کے بعد وہ بہ آسانی اس طوفان کے سامنے ڈٹ جانے کے لائق ہو جائیں نیز اس کے رخ کو موڑنے کے لیے کمر بستہ ہو جائیں۔

تمدنِ انسانی کے ہر دور میں دو ہی طرح کی کوششیں نظر آتی ہیں ایک طرف گروہ انسانی، شر و فساد کے علمبردار کی حیثیت سے اٹھتا ہے تو دوسری طرف خیر و فلاح کا داعی بن کر۔کبھی وہ تخریب اور بگاڑ کے فاسد طوفان کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے تو کبھی امن و سکون کا پیکر بن کر۔کبھی ایک فرد اور کبھی ایک پورے کا پورا انبوہ ایک عارضی جنت کی تعمیر میں اپنی تمام تر صلاحیتیں اور اپنا سرمایۂ حیات گنوا دیتا ہے تو کچھ ایسے بلند حوصلہ بھی پیدا ہوتے ہیں جو نیکی، سچائی اور انصاف کا سکہ چلا کر دنیا سے رخصت ہوتے ہیں۔یہی وہ شخصیات ہیں جن کے دم سے دنیا فیض یاب ہوتی ہے، تمدن میں نکھار آتا ہے، زمین پر ان کی بڑائی بیان کی جاتی ہے، انسان اپنا ارتقاء کرتا ہے، یہاں تک کہ انسان فرشتوں سے اوپر اٹھ جاتا ہے۔اللہ تعالی جو رب العالمین ہے ایسے ہی انسان اور گروہ کو اپنے خاص فیض سے مالا مال کرتا ہے اور اپنے پسندیدہ بندوں میں شمار کرتے ہوئے ان پر دنیا و آخرت کی ساری نعمتیں نچھاور کر دیتا ہے۔یہ تب ہی ممکن ہے جب علمِ صالح کی بنیاد پر قائم مثبت فکر سے لبریز پختہ افراد کے عمل بہ منظرِ عام ظاہر ہو جائیں کہ جس کی ہر زماں و مکاں کو تلاش رہی ہے۔

ہم دیکھتے ہیں کہ یہی وہ لوگ ہیں جنھوں نے تاریخ کی رگوں میں صالح و پائیدار روایات کا خون دوڑایا ہے۔وہی ہیں جنھوں نے آسمانِ تہذیب پر اخلاقی اقدار کے تارے جگمگائے ہیں۔یہی ہیں جنھوں نے حوصلوں کو بلندیاں عطا کیں اور امیدوں اور ارمانوں کو واضح شکل عطا کی۔ایسے

43 agust2012.indd 11 9/12/12 5:31 PM

ہی لوگوں نے قربانی اور جدوجہد کے نہ صرف درس دیئے بلکہ اپنی عملی زندگیاں بھی بطور نمونہ پیش کر دیں اور قیامت تک کے لیے تاریخ میں ایسے ریکارڈ محفوظ کر دیئے جن سے روح و عمل کے سوتے بہتے ہوں اور دنیا ان سے خوب سیراب ہو۔ یہ وہی لوگ ہیں کہ جب ظلم و تشدد کرنے والوں نے ان کو چہار جانب سے کبھی فکری میدان میں تو کبھی عملی میدان میں گھیرا تو انھوں نے ہمت نہ ہاری۔ جس مقام پر وہ کھڑے تھے اس سے پستی کی جانب نہ جا گرے بلکہ ان کا بھرپور مقابلہ کیا۔ نوع انسانی کو شجاعت کا ایسا نمونہ پیش کیا کہ فکر و عمل کی رکی ہوئی ندیوں کو نئے سرے سے بہنا سکھا دیا۔ تمدن کے یخ بستہ سمندر میں پھر سے حرارت پیدا کر دی۔ تغیر کی رو اٹھا کر سنگین نظام اور آہنی ماحول کو الٹ کر رکھ دیا۔ یہ وہی تھے جو کل بزدل تھے مگر آج میدانِ فکر و عمل کی اگلی صفوں میں آ کھڑے ہوئے۔

مثالی عمارت:

آیئے ایک لمحہ کے لیے ٹھہریں! اور سمجھنے کی کوشش کریں کہ ہماری بات کس جانب رواں دواں ہے اور ہمیں مطلوب کیا ہے؟ معلوم ہوا ہم کسی ایسی عمارت کی تعمیر کرنا چاہتے ہیں جو علم کی وسیع وادیوں سے گزرتے ہوئے فکر کی ایسی عمارت تعمیر کرے جو عمل کی بھٹی میں خوب تپ کر اپنی پوری آن بان کے ساتھ دنیا کے سامنے ظاہر ہو جائے۔ اس کے دروازے اتنے بلند ہوں کہ اس میں بلند سے بلند تر چیز بھی داخل ہو جائے اور اس کی وسعت اس قدر ہو کہ اس میں اگر ایک جمِ غفیر بیک وقت داخل ہونا چاہے تو داخل ہو سکے یعنی وہ نہ پست ہو اور نہ محدود۔ بات یہیں ختم نہیں ہوتی بلکہ اس کی بنیادیں اتنی گہری و مضبوط ہوں کہ تیز آندھی و طوفان تک اس کو ہلا نہ سکیں اور اس کی بلندی اس قدر ہو کہ آسمانوں سے کلام کر سکے۔ ساتھ ہی وہ اس قدر خوبصورت ہو کہ اس کی جانب اٹھنے والی ہر نگاہ اس کے نشیب و فراز سے واقف ہونے کے لیے بے چین ہو اٹھے اور انتہا یہ ہو کہ یہ صرف تمنا ہی بن کر نہ رہ جائے بلکہ اس کی گہرائیوں میں اتر کر اسی کا ہو جائے اور پھر وہ اس قدر مضبوط ہو کہ دوام اس کا مقدر ٹھہرے۔

آیئے! اب ہم کسی عمارت کا جائزہ لیتے ہیں کہ اس میں کون کون سے اجزاء شامل ہوتے ہیں۔ ان کے کام اور ان کی حیات کتنی ہوتی ہے۔ کون سے اجزاء دیرپا ہوتے ہیں تو کون سے وقتی۔ ہم جانتے ہیں کہ کوئی بھی عمارت بنیاد کے بغیر قائم نہیں ہو سکتی۔ اس میں مضبوط اور بلند ستون (پختہ فکر و عمل کے حامل قائد و مفکر) ہوا کرتے ہیں جو اس عمارت کے ایک بڑے بوجھ کو برداشت کرنے کی سکت رکھتے ہیں۔ اگر وہ نہ ہوں تو تیز آندھی و طوفان اور زمین میں اٹھنے والے زلزلوں سے تو کیا ہوا کے ایک ہلکے جھونکے سے عمارت کسی بھی لمحے گر سکتی ہے۔ ستون بوجھ کو مختلف سمتوں میں تقسیم کرتے ہیں تاکہ عمارت کے دیگر حصے بھی اس بوجھ کو برداشت کرنے کے لائق ہو جائیں۔ عمارت میں دیواریں (افراد) ہوتی ہیں جو اس کی باہری حملوں سے اجتماعی طور پر حفاظت کرتی ہیں اس حالت میں جبکہ وہ ایک دوسرے سے اچھی طرح سے جڑی ہوئی ہوں اور ان میں دراڑ نہ پائی جائے۔ دیواریں اینٹوں یا پتھروں (افراد) سے مل کر بنتی ہیں جن کی اجتماعی شکل میں تو بے انتہا اہمیت ہے لیکن اگر ان میں سے ایک دو یا چند اینٹیں الگ ہو جائیں جبکہ ان کو کوئی ہٹا دے (بدظن کر دے یا ان کی فکر و عمل میں تضاد پیدا ہو جائے) یا وہ خود ہی اس قدر کمزور ہو چکی ہوں کہ ان کو ہٹانا لازم ہو جائے تو ایسی صورت میں عمارت پر کوئی فرق نہیں پڑتا۔ پھر اس پر رنگ و روغن (وقتی تبدیلیاں) بھی ہوتا ہے جو بہت وقتی ہوتا ہے اور کچھ عرصے کے بعد اس کے رنگ میں بدصورتی پیدا ہو جانے کے نتیجہ میں اس کو دوسرے رنگ سے تبدیل کر دیا جاتا ہے تاکہ اس کی خوبصورتی میں فرق نہ واقع ہو۔ ہر عمارت میں چھت (طریقہ کار) ایک لازمی جز ہے جس سے اس کی شکل واضح ہوتی ہے نیز اس کی خوبی یہ ہے کہ وہ عمارت کی تکمیل کرتی ہے۔

عمارت عموماً دو ہی چیزوں پر منحصر ہوتی ہے۔ ایک اس کی بنیاد تو دوسرے اس کے مضبوط ترین ستون۔ بنیاد اسلام کے اصول ہیں تو ستون مضبوط ترین قائد و مفکر جو عمارت میں دیگر چیزوں کو منضبط کرتے ہوئے اس کو شکل و مضبوطی بخشتے ہیں۔ ایک اینٹ اگر مختصر وقت میں پک کر بنتی ہے تو اس کے برخلاف ایک بڑی اور وسیع عمارت کے ستون کو تیار کرنے میں کئی گنا وقت درکار ہوتا ہے۔ اینٹ کی بنیاد نہیں ہوا کرتی، اس کو جس جگہ مناسب سمجھیں نسب کیا جا سکتا ہے۔ لیکن ایک ستون بغیر بنیاد کے ہو ہی نہیں سکتا نیز اس کی ایک جگہ متعین ہوتی ہے۔ چند ستونوں کے اطراف اگر اینٹوں کو اکٹھا کر کے دیواریں کھڑی کر دی جائیں تو یہ ستون اس لائق ہو سکتے ہیں کہ ان کے ذریعہ عمارت تعمیر ہو جائے۔ آج وہ فکر و عمل سے مزین ستون درکار ہیں جو عمارت کو زندگی بخشنے والے ہوں۔

وقت کی آواز!

اس سلسلے میں قرآنی فہم اگر ہم حاصل کرنا چاہیں تو صرف ایک ہی آیت میں پورا کلام سمٹ کر سامنے آ جائے گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''بھلا سوچو جو شخص منھ اوندھائے چل رہا ہو وہ زیادہ صحیح راہ پانے والا ہے یا وہ جو سر اٹھائے سیدھا ایک ہموار سڑک پر چل رہا ہو'' (الملک:22)۔

معلوم ہوا کہ جہاں ایک طرف علم والے اور جاہل یکساں نہیں وہیں دوسری طرف آنکھوں والے اور اندھے برابر نہیں۔ پس! اسلام ہماری اس حال میں حوصلہ افزائی نہیں کرتا اور یہ ممکن بھی نہیں کہ ہم ایک طرف تو علم و فکر سے عاری ہوں اور وہیں دوسری طرف ہم ہی ان کی نصرت حاصل کرنے والوں میں بھی شامل ہو جائیں۔ علم کے بغیر ہماری وہ عمارت تعمیر نہیں ہو سکتی جس کے ہم خواہاں ہیں۔ نیز علم کے ساتھ ایسی بصیرت بھی درکار ہے جس کے ذریعہ قرآن و سنت میں واضح احکامات نہ ہونے کے باوجود اس عمل کو انجام دیا جا سکے۔

اس طویل گفتگو سے اب تک اگر کوئی نتیجہ اخذ کر لیا گیا ہو تو پھر مزید دیر کرنے کی ضرورت نہیں۔ اپنے مقام سے اٹھ کر اس بلند و بالا مقام کے حصول میں مصروفِ عمل ہو جانا چاہئے جس کی پکار فضاؤں میں چہار جانب سے آ رہی ہے۔ لیکن اس پکار سے وہی کان متوجہ ہو سکتے ہیں جن میں ابھی سننے کی سکت باقی ہے یا جو ابھی پوری طرح بہرے نہیں ہوئے ہیں۔ آج کے اس فکری طوفان کا مقابلہ وہی لوگ کر سکتے ہیں جو اس میدانِ کارزار میں اپنے آپ کو تیار کر رہے ہیں یا کرنے کا عزم و حوصلہ رکھتے ہیں۔ لہٰذا ضروری ہے کہ ہم علمی، فکری اور عملی میدان میں اسلامی نقطہ نظر سے عبور حاصل کرنے کی سعی و جہد کریں کیونکہ فکر کا مقابلہ فکر اور عمل کا مقابلہ عمل ہی کر سکتا ہے۔

وقت آ گیا ہے کہ ہمارے اہلِ فکر، تہذیب حاضر کی مرعوبیت کا بوجھ اپنے سروں سے اتار پھینکیں اور آج کے مادہ پرستانہ دور میں اسلامی فکر کا علَم لے کر غیر اسلامی تہذیب و تمدن کا مقابلہ کریں۔ اپنے رسول کی زندگی کو سیرت و تاریخ کے صفحات سے نکال کر اپنی عملی زندگی کی فکر و عمل سے پیش کریں اور راہِ نجات دکھانے والی وہ سب سے نمایاں طاقت بن کر اٹھیں کہ وہی اس دور کا مستقبل و مقدر قرار پائیں۔

☆☆☆

43 agust2012.indd 12 9/12/12 5:31 PM

نقش راہ

نادانوں کی صحبت سے بچو

محمد آصف ریاض
asif343@gmail.com



کہیں ایسا نہ ہو کہ نادانوں کی صحبت تمہیں راس آجائے اور تم ان کی باتیں پسند کرنے لگو۔ حضرت لقمان علیہ السلام کی نصیحتیں بہت مشہور ہیں۔ قرآن میں ان کا ذکر خصوصی طور پر آیا ہے: ''ہم نے لقمان کو حکمت عطا کی..... جبکہ وہ اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے کہہ رہے تھے کہ بیٹا! اللہ کے ساتھ کسی کو شریک مت کرنا کیوں کہ شرک بہت بڑا ظلم ہے..... کوئی چیز رائی کے دانے کے برابر ہو جو کسی چٹان میں ہو یا آسمان و زمین میں کہیں چھپی ہو اللہ اسے ضرور لا حاضر کرے گا..... بیٹے! لوگوں سے منہ پھیر کر بات نہ کر اور زمین پر اکڑ کر مت چل کہ اللہ کسی خود پسند اور متکبر کو پسند نہیں کرتا۔ بیٹے! اپنی چال میں اعتدال اختیار کر اور اپنی آواز کو پست رکھ کیوں کہ سب آوازوں سے بری آواز گدھے کی آواز ہوتی ہے۔ (سورۃ لقمان ۱۲۔تا۱۹)

مذکورہ نصیحتوں کے علاوہ بھی لقمان حکیم کی بہت ساری نصیحتیں مشہور ہیں۔ مثلاً ایک بار انھوں نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے کہا کہ ''بیٹے، جاہلوں کی صحبت سے بچو کہیں ایسا نہ ہو کہ ان کی جہالت کی باتیں تمہیں بھلی معلوم ہونے لگیں''۔ آج میں لقمان حکیم کی اسی نصیحت پر بات کروں گا۔

پہلے زمانہ میں ایسا ہوتا تھا کہ آدمی تنہا نہیں رہتا تھا، وہ کسی نہ کسی کی صحبت اختیار کر لیتا تھا۔ یہاں تک کہ سفر میں بھی وہ کسی کا ساتھ پکڑ لیتا تھا۔ مثلاً ابن بطوطہ جب دنیا کی سیر کو نکلا تو تنہا نہیں نکلا تھا بلکہ اس نے ایک قافلہ کا ساتھ پکڑ لیا تھا۔ پرانے زمانے میں لوگوں کی صحبت کا معاملہ ایک نازک معاملہ بن گیا تھا۔ برابر یہ خطرہ رہتا تھا کہ کہیں آدمی غلط لوگوں کی صحبت میں نہ پڑ جائے۔ اسی لیے لقمان حکیم نے اپنے بیٹے کو خصوصی طور پر وصیت کی کہ بیٹا جاہلوں کی صحبت اختیار مت کرنا کہیں ایسا نہ ہو کہ ان کی صحبت تمہیں راس آجائے اور تم ان کی باتوں کو پسند کرنے لگو۔

اس دور کا فرق! آج کے اس جدید دور میں انسانوں کو آدمی کی صحبت نہ کے برابر حاصل ہے۔ اس کا اندازہ آپ اس بات سے کر سکتے ہیں کہ ابھی حال ہی میں برطانیہ میں فساد بھڑک اٹھا۔ لوگ دیکھتے ہی دیکھتے سڑکوں پر اتر آئے اور شہر کو لوٹنے لگے۔ اس پر تبصرہ کرتے ہوئے ایک برطانوی نے کہا کہ ''ہم اپنے بچوں سے سنس آف کمیونیٹی کی توقع کس طرح کر سکتے ہیں جبکہ کمیونٹی کا سرے سے وجود ہی نہیں ہے!''۔ (گارجین 12 اگست 2011)

آج کے انسان کا المیہ یہ ہے کہ اسے انسان کی صحبت حاصل نہیں ہے۔ البتہ اسے دوسری صحبتیں جیسے، ایف ایم ریڈیو، ٹی وی، انٹرنیٹ، شوشل نیٹ ورکنگ سائٹس جیسے ٹیوٹر، فیس بک، آرکٹ کی صحبتیں حاصل ہیں۔ اور یہ تمام صحبتیں وہ ہیں جنہیں ہم نادانوں کی صحبت کہہ سکتے ہیں۔

آدمی ایف ایم ریڈیو سنتا ہے۔ رفتہ رفتہ اس کی بیہودہ باتیں اسے پسند آنے لگتی ہیں۔ اب وہ ایف ایم پر سنی ہوئی باتوں کا چرچا کرتا ہے اور اس میں نئی نئی باتیں نکالتا ہے۔ اسی طرح آدمی شوشل نیٹ ورکنگ سائٹس پر جا کر نادانوں کی صحبت اختیار کرتا ہے۔ نادانوں کی صحبت اس لیے کہ ان پر دانا لوگ نہیں آتے۔ اور جو دانا یہاں آپ کو نظر آجاتے ہیں وہ دانا ہوتے نہیں، وہ آپ کو دھوکہ دیتے ہیں۔

دہلی میں ایک صاحب نے مجھے بتایا کہ وہ دن کے چار گھنٹے شوشل نیٹ ورکنگ اور انٹرنیٹ کو دیتے ہیں۔ میں نے پوچھا کہ وہ انٹرنیٹ پر اتنی دیر کیا کرتے ہیں؟ انھوں نے جواب دیا کہ وہ اپنے دوستوں سے چیٹنگ کرتے ہیں اور ان کے اور جہاں وہ رہتے ہیں ان کے احوال دریافت کرتے ہیں، ساتھ ہی وہ دنیا میں ہونے والے واقعات کو انٹرنیٹ پر کھنگالتے رہتے ہیں اور ان پر تبصرے بھی کرتے ہیں۔ میں نے ان سے پوچھا کہ آپ کب سے ایسا کر رہے ہیں؟ کہنے لگے کہ میں پچھلے پانچ سالوں سے ایسا کر رہا ہوں! میں نے پوچھا کہ پوری ایمانداری سے بتائیں کہ انٹرنیٹ کو کھنگالنے اور شوشل نیٹ ورکنگ پر ہنگامہ برپا کرنے سے آپ کو کیا ملا؟ زمین کے کس حصے کو آپ نے ہلا دیا اور آسمان کے کس حصہ پر فرق پڑ گیا۔ میرے اس سوال پر وہ چپ ہو گئے!

ایف ایم، شوشل نیٹ ورکنگ، ٹیلیویژن اور اس طرح کی دوسری چیزیں سب نادانوں کی صحبتیں ہیں۔ ان کا فائدہ بہت کم اور نقصان بہت زیادہ ہے۔ ان پر جا کر انسان اپنی دنیا اور آخرت دونوں تباہ کر لیتا ہے۔ دنیا، اس طرح کہ وہ غلط چیزوں پر اپنا وقت اور اپنی انرجی تباہ کرتا ہے اور آخرت اس طرح کہ مرنے کے بعد اللہ اس سے پوچھے گا کہ تم نے اپنا وقت اور اپنی انرجی کہاں خرچ کیا؟۔

جب میں گاؤں میں رہتا تھا تو وہاں کچھ لوگوں کو دیکھتا تھا کہ وہ ٹیلیویژن پر بیٹھ کر کرکٹ میچ دیکھتے تھے۔ وہ بہت ہنگامہ کرتے تھے۔ ہر بار وہ کسی نہ کسی پلیئر سے یہ تقاضا کرتے تھے کہ چھکا مارا جائے، حالانکہ جس سے تقاضا کیا جا رہا تھا وہ ان کی باتوں کو سننے کے لیے وہاں موجود نہیں ہوتا تھا۔ تو جن سے مدد مانگی جا رہی تھی وہ بھی کمزور اور جو مدد مانگ رہے تھے وہ بھی کمزور!

وہ ہنگامہ تو کر رہے تھے لیکن اس سے پورے کھیل پر کوئی اثر نہیں پڑ رہا تھا۔ نہ تو وہ کوئی وکٹ گرا پاتے تھے اور نہ کوئی وکٹ بچا پاتے تھے۔ البتہ وہ ہنگامہ ضرور مچاتے تھے۔ یہی تو نادانی ہے۔ اگر اس کے علاوہ بھی نادانوں کی کوئی صحبت ہے تو مجھے بتا دیا جائے!

جو لوگ نیٹ پر یا ایف ایم پر یا شوشل نیٹ ورکنگ پر جا کر اپنا وقت برباد کرتے ہیں۔ ان کی مثال ٹیلیویژن پر بیٹھے لوگوں کی ہے، جو کرکٹ دیکھ کر ہنگامہ کھڑا کرتے ہیں حالانکہ ان کی ہنگامہ آرائی سے کھیل پر کوئی فرق نہیں پڑتا۔ البتہ وہ اپنا وقت ضرور برباد کر لیتے ہیں۔ اور وقت برباد کرنا گویا زندگی برباد کرنا ہے۔ کیوں کہ وقت ہی زندگی ہے!

وقت برباد کرنا گویا زندگی برباد کرنا ھے - کیوں کہ وقت ھی زندگی ھے!

43 agust2012.indd 13 9/12/12 5:31 PM

ترجمانی: علاء الدین عین الحق مکی (کویت)

قطع رحمی کرنے والا جنت سے محروم رہے گا

اللہ تعالیٰ نے صلہ رحمی کا حکم دیا ہے، قطع رحمی سے روکا ہے، صلہ رحمی کی فضیلت بتائی ہے اور قطع رحمی کے انجام سے باخبر کیا ہے، اس کے باوجود دیکھا جاتا ہے کہ کچھ لوگ دوسرے حقوق کی طرح اس حق کو بھی بری طرح پامال کررہے ہیں، مسلم معاشرے میں رشتے داروں کے درمیان الفت ومحبت اور رحم وکرم کی بادِ بہاری آنے کی بجائے بغض وعناد، حسد اور دشمنی کا چلن عام ہونے لگا ہے، بالخصوص جو لوگ دیارِ غیر میں تلاش معاش کے لیے آتے ہیں ان کے تئیں ان کے رشتے داروں کی شکایتیں کچھ زیادہ ہی ہوتی ہیں۔ کوتاہی کس کی ہوتی ہے اس سے قطع نظر ہمیں صلہ رحمی کی اہمیت ونزاکت کو سمجھنے اور اس سے واقفیت رکھنے کی ضرورت ہے، اسی کے پیش نظر ہم یہ تحریر آپ کی خدمت میں پیش کررہے ہیں۔ (ادارہ)

صلہ رحمی کے فوائد

صلہ رحمی کرنا اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان رکھنے کی نشانی ہے: ابوہریرہ ؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جو اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے اسے اپنے رشتے داروں کا خیال رکھنا چاہیے۔'' (بخاری)

صلہ رحمی کرنا عمر میں اضافہ اور رزق میں کشادگی کا ذریعہ ہے: انس بن مالک ؓ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے بیان فرمایا: ''جو چاہتا ہو کہ اس کی روزی میں کشادگی ہو اور اس کی عمر میں اضافہ ہو تو اسے اپنے رشتے داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرنی چاہیے''۔ (بخاری ومسلم)

عمر میں اضافہ کا مطلب یہ ہے کہ یا تو انسان کی عمر میں برکت دے دی جاتی ہے یا یہ کہ حقیقی معنوں میں اس کی عمر بڑھادی جاتی ہے۔ تو جو شخص بھی صلہ رحمی کرتا ہے اللہ اس کی عمر میں اضافہ کردیتا ہے۔

رزق میں کشادگی کی وضاحت کرتے ہوئے شیخ الاسلام ابن تیمیہ ؒ تحریر فرماتے ہیں: ''رزق دو طرح کا ہوتا ہے: ایک تو یہ کہ جو اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کہ بندے کو دے گا، یہ رزق تبدیل نہیں ہوسکتا، دوسرا رزق یہ ہے کہ جسے اللہ نے لکھ دیا اور فرشتے کو اس کی اطلاع دے دی گئی۔ اس میں کمی بیشی اسباب کے اعتبار سے ہوتی ہے۔''

صلہ رحمی کرنے سے اللہ تعالیٰ کی خاص عنایت حاصل ہوتی ہے: نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: ''اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا فرمایا، یہاں تک کہ جب وہ تخلیق سے فارغ ہوگیا تو رحم (رشتہ) گویا ہوا، یہ وہ مقام ہے کہ پناہ مانگنے والا رشتہ توڑنے سے تیری پناہ چاہتا ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہاں! کیا تجھے یہ پسند نہیں کہ جو تجھے جوڑے میں اسے جوڑوں اور جو تجھے کاٹے میں اسے کاٹ دوں، رحم نے کہا: ہاں میرے پروردگار! اللہ تعالیٰ نے کہا: پھر ایسا ہی ہوگا۔''
(بخاری ومسلم)

صلہ رحمی کرنا دخول جنت کے بڑے اسباب میں سے ہے: ابوایوب انصاری ؓ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! کوئی ایسا عمل مجھے بتائیے کہ اس کے ذریعہ جنت حاصل کرلوں، آپ ﷺ نے جواب میں فرمایا: اللہ کی خالص بندگی کرو۔ اس میں کوئی شرک نہ کرو، نماز قائم کرو، زکوۃ ادا کرو اور صلہ رحمی کیا کرو۔
(بخاری ومسلم)

صلہ رحمی کرنے میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور فرمانبرداری ہے: اس میں اس رشتے کو جوڑنا ہے جسے جوڑنے کا حکم اللہ نے دیا ہے، اور جوڑنے والوں کی تعریف کی گئی ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ترجمہ: اور جن (رشتہ ہائے قرابت) کے جوڑے رکھنے کا اللہ نے حکم دیا ہے اُن کو جوڑے رکھتے ہیں اور اپنے رب سے ڈرتے رہتے اور برے حساب سے خوف رکھتے ہیں۔
(سورہ رعد آیت نمبر 21)

رشتے داروں کے درمیان محبت کو فروغ دینا: اس کے ذریعہ رشتے داروں میں محبت بڑھتی اور پھیلتی ہے، زندگی خوشگوار بنتی ہے اور خوشیوں میں اضافہ ہوتا ہے۔

صلہ رحمی کرنے والے کا مقام بلند ہوتا ہے: آدمی جب صلہ رحمی کرتا ہے، اور اپنے دوست واقارب کی عزت کا پورا خیال رکھتا ہے تو نتیجہ کے طور پر اس کے رشتہ دار بھی اس کی عزت کرتے ہیں، اس کا مقام ومرتبہ بڑھاتے ہیں اور اس کے مددگار رہتے ہیں۔

قطع رحمی کے عواقب

رشتہ توڑنے والے پر لعنت کی گئی ہے: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ترجمہ: (اے منافقو!) تم سے عجب نہیں کہ اگر تم حاکم ہو جاؤ تو ملک میں خرابی کرنے لگو اور اپنے رشتہ کو توڑ ڈالو۔ یہی لوگ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی ہے اور ان (کے کانوں) کو بہرا اور (ان کی) آنکھوں کو اندھا کر دیا ہے۔'' (سورہ محمد آیت نمبر 22-23)

علی بن حسین نے اپنے لڑکے سے کہا: اے بیٹے! رشتہ



توڑنے والے کی صحبت مت اختیار کرو، کیونکہ میں نے اللہ کی کتاب میں تین مقامات پر دیکھا ہے کہ اس کی لعنت کی گئی ہے۔

رشتہ توڑنے والا فاسق اور نقصان اٹھانے والے لوگوں میں سے ہے: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ترجمہ: ''جو اللہ کے اقرار کو مضبوط کرنے کے بعد توڑ دیتے ہیں اور جس چیز (یعنی رشتہ قرابت) کے جوڑے رکھنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اس کو قطع کئے ڈالتے ہیں اور زمین میں خرابی کرتے ہیں، یہی لوگ نقصان اٹھانے والے ہیں۔''
(سورہ بقرہ ۲۷)

رشتہ توڑنے والے کو دنیا میں ہی سزا دی جاتی ہے: حضرت ابوبکر ؓ کی روایت ہے کہ رسول ﷺ نے بیان

43 agust2012.indd 14 9/12/12 5:31 PM

فرمایا: ''کوئی گناہ ایسا نہیں کہ اس کا کرنے والا دنیا میں ہی اس کا زیادہ سزاوار ہو اور آخرت میں بھی یہ سزا اسے ملے گی سوائے ظلم اور رشتہ توڑنے کے۔''

(ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ)

رشتہ توڑنے والے کا کوئی بھی عمل اللہ کے ہاں نہیں جاتا اور نہ ہی قبول کیا جاتا ہے: حضرت ابوہریرہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''اولاد آدم کے اعمال جمعرات کی شام اور جمعہ کو اللہ تعالیٰ کو پیش کیے جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ رشتہ توڑنے والے شخص کا کوئی عمل قبول نہیں کرتا۔'' (مسند احمد، اس کے راوی ثقہ ہیں، حسن، صحیح الترغیب والترہیب: البانی)

رشتہ کا توڑنا اللہ کے ساتھ رشتہ توڑنے کے برابر ہے:



ام المومنین حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''رشتہ عرش الٰہی سے آویزاں ہے، وہ پکار پکار کر کہتا ہے جس نے مجھے جوڑا اللہ اسے جوڑے گا اور جس نے مجھے توڑ دیا، اللہ اسے توڑ دے گا۔'' (بخاری و مسلم بلفظ مسلم)

دخول جنت سے روکنے کا ایک ذریعہ ہے: رسول ﷺ کا ارشاد ہے: ''جنت میں رشتہ توڑنے اور کاٹنے والا داخل نہ ہوگا۔'' (ترمذی)

صلہ رحمی کے طریقے:

صلہ رحمی کرنے کے کئی ذرائع ہیں، ان میں سے زیارت اور ملاقات ہے، خبر گیری کرنا ہے، خیر و خیریت دریافت کرنا، ہدیہ و تحفہ دینا، ان کے مناسب حال ان کی عزت کرنا، غریب رشتہ دار کی مدد کرنا، صدقہ دینا، مالدار کے ساتھ کرم و تواضع سے پیش آنا، بڑے کی عزت کرنا، چھوٹے اور کمزور کے ساتھ مہربانی کرنا، مہمان نوازی کرنا، پرتپاک استقبال کرنا، ان کی عزت افزائی کرنا، جو رشتہ کاٹنے والا ہو اس کو جوڑنا، خوشی و شادمانی کے مواقع میں ان کو شامل کرنا، ان کی ہمدردی کرنا، ان کے حق میں دعا کرنا، ان کے لیے سینہ پاک و صاف رکھنا، اگر بگاڑ پیدا ہو جائے تو اسے ٹھیک کرنا، آپسی تعلق کو مستحکم رکھنے کے لیے کوشاں رہنا، بیماروں کی تیمارداری کرنا، دعوت قبول کرنا وغیرہ.....

صلہ رحمی کا سب سے بڑا ذریعہ یہ ہے کہ آدمی رشتہ داروں کو راہ راست کی طرف بلائے، انہیں بھلائی کا حکم دے اور برائی سے روکے۔

صلہ رحمی میں معاون وسائل:

صلہ رحمی کے اثرات پر نظر رکھنا: کیونکہ جب کسی چیز کے اچھے نتائج اور انجام کا علم ہو جائے تو اس سے آدمی کے اندر اسے عملی جامہ پہنانے اور اس کے لیے جدوجہد کرنے کے جذبات پیدا ہوتے ہیں۔

قطع رحمی کے برے انجام پر نظر رکھنا: قطع رحمی کی وجہ سے آدمی کی زندگی میں جو غم واندوہ، ندامت اور حسرت جنم لیتے ہیں اس پر غور کرنے سے آدمی کے لیے زیادہ ممکن ہے کہ وہ قطع رحمی سے بچے اور صلہ رحمی کا خیال رکھے۔

اللہ تعالیٰ سے مدد چاہنا: اللہ تعالیٰ سے ہمیشہ دعا کرنا چاہیے کہ صلہ رحمی کی توفیق بخشے اور قرابتداروں کے حقوق کا پاس ولحاظ رکھنے میں مدد فرمائے۔

رشتہ داروں کے برے سلوک کا بدلہ حسن سلوک سے دینا: اس سے آپس میں الفت و محبت برقرار رہتی ہے اور رشتہ داروں کی بدسلوکی کو برداشت کرنا آسان ہو جاتا ہے۔

ان کے عذر کو قبول کرنا اور ان سے معافی و درگذر کر دینا اور ان کی کمی کوتاہی اور بھول چوک کو نظر انداز کرنا: اس سے آدمی کے اندر جود وسخاوت، شرافت اور بلند حوصلگی کی صفت باقی رہتی ہے۔

احسان نہ جتانا اور بدلے کی امید نہ رکھنا: سرزنش کے وقت سختی سے پرہیز کرنا، رشتہ داروں کی سرزنش کو برداشت کرنا اور سرزنش کو اچھے معنی پر محمول کرنا۔

مذاق کرنے میں ان کے احوال و کوائف کا خیال رکھنا: مذاق میں اعتدال نہ ہو تو ان سے مذاق کرنے سے پرہیز کرنا۔

اختلاف کی صورت میں تحفہ اور ہدیہ دینے میں پہل کرنا: کیونکہ تحفے تحائف الفت و محبت پیدا کرنے کا سبب بنتے ہیں، بدگمانی کو دور کرتے ہیں، اور دلوں کو رام کرتے ہیں۔

خاص مواقع اور تقریبات جیسے شادی وغیرہ میں انہیں دعوت دینے کا خاص خیال رکھنا: خاندان اور قبیلے کے اجتماعات خواہ ہفتہ وار ہوں یا ماہانہ یا کبھی کبھی، ان میں انہیں مدعو کرنا۔

فیملی فنڈ اور سوسائٹی میں حصہ داری: جہاں ان کے چندے اور صدقے وغیرہ جمع کئے جاتے ہوں، اور چند لوگ اس کی نگرانی پر مامور ہوں، جب خاندان یا اقارب کا کوئی آدمی کسی مصیبت کا شکار ہو جائے یا کسی محتاجی میں مبتلا ہو جائے تو اس کی حالت کا جائزہ لے کر اس سے اس کی مدد کی جائے، اس سے آپس میں محبت پیدا ہوگی اور صلہ رحمی کو فروغ ملے گا۔

چشم پوشی سے کام لینا: اس میں بڑ کپن ہے، اور آپسی الفت و محبت کی بقاء اور دشمنی کے ازالہ کے لیے مددگار بھی، حضرت علیؓ کا قول ہے: ''میں بہت سے معاملہ میں چشم پوشی سے کام لیتا ہوں حالانکہ میرے اندر اس کی پوری قدرت موجود ہوتی ہے، اور بہت سی باتوں میں خاموشی اختیار کرتا ہوں جبکہ اس سلسلے میں کلام کرنے کی پوری طاقت ہوتی ہے اور بات میں میرا کوئی ہمسر نہیں ہوتا۔''

قطع رحمی کے اسباب

جہالت: آدمی اگر قطع رحمی کے دنیوی اور اخروی انجام سے ناواقف ہو تو قطع رحمی کا شکار ہو جاتا ہے، جیسا کہ اگر ایک شخص صلہ رحمی کے فضائل و برکات اور ثمرات سے واقف ہو تو قطع رحمی سے بچتا ہے۔

تقوی اور پرہیزگاری میں کمزوری: آدمی کے اندر اگر اللہ کا ڈر اور تقوی کی صفت کمزور پڑ جائے تو اسے صلہ رحمی کی پرواہ نہیں ہوتی۔ نہ اس کے اندر صلہ رحمی کے جذبات پیدا ہوتے ہیں اور نہ قطع رحمی کے انجام کا ڈر لاحق ہوتا ہے۔

غرور و تکبر: عام طور پر جب آدمی کسی بڑے عہدے پر فائز ہو جاتا ہے یا کوئی دوسرا بڑا مقام حاصل کر لیتا ہے، یا بڑا تاجر بن جاتا ہے تو اپنے غریب قرابتداروں کے تئیں متکبر بن جاتا ہے، ان کی زیارت اور ملاقات سے کتراتا ہے اور اس کے اندر یہ احساس ابھرتا ہے کہ دوسرے اس سے آکر ملیں۔

43 agust2012.indd 15 9/12/12 5:31 PM

❁ زجروتوبیخ اور سختی: کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں کہ اگر ایک عرصہ کے بعد ان سے کوئی ملنے جائے یا ان کا مہمان بنے تو اس کی سرزنش شروع کردیتے اور اسے طعنہ دینے لگتے ہیں، اس سے آپس میں مزید دوری پیدا ہوتی ہے۔

❁ ملنے والے کا خاطر خواہ اہتمام نہ کرنا: کچھ افراد ایسے بھی ہوتے ہیں کہ جب کوئی ان سے ملاقات کرتا ہے تو اس سے خوشی کا اظہار نہیں کرتے، پرتپاک انداز میں نہیں ملتے، بلکہ نہایت ہلکان کے ساتھ ملتے ہیں گویا کوئی ان کے لیے بوجھ بن کر ٹپک گیا ہو۔

❁ بخیلی اور کنجوسی: اللہ تعالیٰ جب کسی کو مال و دولت اور عزت سے نوازتا ہے تو کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جو اپنے قرابت داروں سے دوری اختیار کرلیتے ہیں تاکہ کوئی ان سے قرض کا مطالبہ نہ کردے یا کوئی دوسری فرمائش نہ کردے۔

❁ دنیا داری اور دولت جمع کرنے کی ہوس: آدمی جب اس بیماری میں مبتلا ہوجاتا ہے تو اسے نہ لوگوں کی کوئی فکر ہوتی ہے اور نہ صلہ رحمی کی اور نہ ایک دوسرے کی محبت والفت کا کوئی خیال ہوتا ہے۔

❁ خاص مواقع اور تقریبات میں رشتے داروں کو فراموش کردینا: بسا اوقات آدمی اگر ایک رشتہ دار کو بھی بھول جائے اور یہ رشتہ دار جذباتی اور کمزور ذہن کا ہو یا بہت جلد بدگمانی کا شکار ہوجانے والا ہو تو فوراً یہ سمجھ بیٹھتا ہے کہ اسے نظر انداز کیا گیا ہے یا اس کی تحقیر کی گئی ہے، نتیجتاً وہ قطع تعلق کرلیتا اور دوری اختیار کرلیتا ہے۔

❁ حد سے زیادہ مذاق کرنا: بہت زیادہ مذاق کے انجام برے ہوتے ہیں، بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ آدمی کے منہ سے کوئی ایسی بات نکل جاتی ہے جس سے دوسروں کے جذبات مجروح ہوتے ہیں بالخصوص ایک منفرد مزاج آدمی کو سخت چوٹ پہنچتی ہے اور اس کے دل میں بغض وعناد پیدا ہوجاتا ہے، عام طور پر یہ باتیں رشتہ داروں کے درمیان زیادہ رونما ہوتی ہیں۔

❁ رشتہ داروں کے درمیان طلاق: ایک ساتھ رہائش، عورتوں کی آپسی لڑائی اور بچوں کے جھگڑے، ماں باپ تک منتقل ہوجاتے ہیں اور اس سے قطع رحمی پیدا ہوجاتی ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ ”رشتہ داروں کو مشورہ دو کہ ایک دوسرے سے ملتے رہا کریں مگر ایک ساتھ رہائش اختیار نہ کریں“۔

❁ آپسی معمولی غلطی پر صبر کا مظاہرہ نہ کرنا۔

❁ بغض وحسد۔

❁ ترکہ کی تقسیم میں دیر کرنا۔

> آؤ ہم شیطان سے اللہ کی پناہ طلب کریں کہ صلہ رحمی کریں گے، الفت ومحبت کے ساتھ پیش آئیں گے، ہماری مثال کھجور کے تنے کی مانند ہوگی جو کینہ وغیرہ سے بالکل پاک اور خالی ہے، ان پر پتھر پھینکے جاتے ہیں مگر بہترین پھل دیتے ہیں۔

قطع رحمی کرنے والوں کو نصیحت:

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنے خالہ زاد بھائی مسطح بن اثاثہؓ کی مالی کفالت کرتے تھے، کیونکہ وہ مفلس آدمی تھے، جب واقعہ افک (ام المومنین حضرت عائشہؓ پر بہتان کا واقعہ) پیش آیا تو ان کے خالہ زاد بھائی الزام تراشی کرنے والوں میں پیش پیش تھے۔ اس کی خبر جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ہوئی تو انہوں نے ان کی مدد بند کردی، کچھ لوگوں کی نظر میں ان کا یہ اقدام کم سے کم تھا جو کیا جاسکتا تھا مگر اللہ تعالیٰ نے اس بارے میں پوری سورت نازل فرمادی، تاکہ سماجی اور معاشرتی تعلقات کے بارے میں اللہ تعالیٰ ایک مثال قائم کرے۔ اور یہ آیتیں نازل ہوئیں:

ترجمہ: ”اور جو لوگ تم میں صاحبِ فضل (اور صاحبِ) وسعت ہیں وہ اس بات کی قسم نہ کھائیں کہ رشتہ داروں اور محتاجوں اور وطن چھوڑ جانے والوں کو کچھ (خیرات) نہیں دیں گے ان کو چاہیے کہ معاف کردیں اور درگزر کریں، کیا تم پسند نہیں کرتے ہو کہ اللہ تمہیں بخش دے اور اللہ تو بخشنے والا مہربان ہے۔“ (سورہ نور آیت نمبر 22)

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس کے بعد فرمایا: ”ہاں! بے شک میں چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی مغفرت نصیب ہو اور مجھے معاف کردے“۔ پھر انھوں نے اپنے خالہ زاد بھائی کی مدد جاری کردی جسے انہوں نے چھوڑ دیا تھا۔

پیارے دینی بھائیو! یہاں آپ اپنا جائزہ لیں، کیا آپ قطع رحمی کے شکار تو نہیں ہیں؟ اگر ایسا ہے تو اس کی وجہ جو بھی ہو بہرحال اس درجہ تک نہیں پہنچ سکتی جس کی وجہ سے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے خالہ زاد بھائی کی مدد بند کردی تھی، اس کے باوجود آپ ذرا غور کریں کہ اللہ تعالیٰ نے کیسی نصیحت کی ہے۔

میں انہیں جوڑتا ہوں اور وہ مجھے کاٹتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک آدمی رسول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا: میرے رشتہ دار ہیں، میں ان کے ساتھ صلہ رحمی کرتا ہوں اور وہ لوگ قطع رحمی سے کام لیتے ہیں، میں ان کے ساتھ حسن سلوک کرتا ہوں اور وہ میرے ساتھ بدسلوکی کرتے ہیں، میں بردباری کا معاملہ کرتا ہوں اور وہ میرے ساتھ زیادتی کا معاملہ کرتے ہیں۔ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”لَئِنْ كُنْتَ كَمَا قُلْتَ فَكَأَنَّمَا تُسِفُّهُمُ الْمَلَّ، وَلَا يَزَالُ مَعَكَ مِنَ اللّٰهِ ظَهِيرٌ عَلَيْهِمْ مَادُمْتَ عَلٰى ذٰلِكَ“ (مسلم 2558)

ترجمہ: ”اگر تو ایسا ہی ہے جیسا کہ تو نے کہا تو گویا تو ان کے منہ میں گرم راکھ ڈالتا ہے اور جب تک تو اسی طرح کرتا رہے گا تیرے ساتھ اللہ کی طرف سے ہمیشہ ایک پشت پناہی کرنے والا رہے گا“۔

اور آپ ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا: ”صلہ رحمی کرنے والا وہ نہیں ہے جو بدلہ کے طور پر صلہ رحمی کرتا ہے، بلکہ اصل میں صلہ رحمی تو یہ ہے کہ جب کوئی قطع رحمی کرے تو وہ اسے جوڑے۔“

اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ صلہ رحمی یہ نہیں ہے کہ اگر آدمی صلہ رحمی کرے تو تم بھی صلہ رحمی کرو، اس کا نام تو بدلہ ہے۔ صحیح صلہ رحمی تو یہ ہے کہ جب کوئی قطع رحمی کرے تو اس کے ساتھ صلہ رحمی کا معاملہ کیا جائے۔

پیارے بھائیو! کیا آپ ان کے ساتھ نرم رویہ اختیار کرتے ہیں، اور ہنس مکھ چہرے کے ساتھ ان سے ملتے ہیں؟ ان سے ملاقات کے وقت آپ کو خوشی محسوس ہوتی ہے؟ کیا آپ ان سے محبت اور احترام کے جذبات کے ساتھ پیش آتے ہیں؟ جب وہ تندرست ہوتے ہیں تو محبت کے اظہار کے لیے ان سے ملتے ہیں؟ اور جب بیمار ہوجاتے ہیں تو ان کی تیمارداری کرتے ہیں، ان کی ضرورت کی تکمیل اور اخراجات میں مدد کرتے ہیں.....؟

پیارے بھائیو! اور بہنو! آؤ ہم شیطان سے اللہ کی پناہ طلب کریں کہ صلہ رحمی کریں گے، الفت ومحبت کے ساتھ پیش آئیں گے، ہماری مثال کھجور کے تنے کی مانند ہوگی جو کینہ وغیرہ سے بالکل پاک اور خالی ہے، ان پر پتھر پھینکے جاتے ہیں مگر بہترین پھل دیتے ہیں۔

☆☆☆

43 agust2012.indd 16 9/12/12 5:31 PM

ادارہ

آپ کے مسائل اور ان کا حل

سوال: بہت دنوں سے ذہن میں یہ سوال گردش کررہا ہے کہ آج کل Blood Bank کا انتظام کیا گیا ہے جہاں خون کا لین دین ہوتا ہے، جسے خون کی ضرورت ہو وہاں خون حاصل کرسکتا ہے۔ اسی طرح Sporm Bank کا بھی قیام عمل میں آچکا ہے جہاں لوگ مادہ تولید کا لین دین کرتے ہیں اس کا کیا حکم ہے براہ کرم تشفی بخش جواب مرحمت فرمائیں؟

(آفتاب عالم ندوی۔ کٹکو، صحبان، کویت)

جواب: آپ کا سوال دو شق پر مشتمل ہے، پہلا شق بلڈ بنک سے متعلق ہے جبکہ دوسرا شق سپرم بنک سے تعلق رکھتا ہے، خون ڈونیٹ کرنا گویا ایک انسان کی جان بچانا ہے اور قرآن کی زبان میں ایک انسان کی جان بچانا ساری انسانیت کو زندگی بخشنا ہے، اُسی طرح اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ جس نے کسی مسلمان کی دنیاوی پریشانی کو دور کیا اللہ تعالی قیامت کے دن اس کی پریشانی کو دور کریں گے۔ طبی ناحیہ سے بھی خون ڈونیٹ کرنے کے بہت سارے جسمانی فوائد بتائے گئے ہیں۔

خون اضطراری حالت میں دیا جاتا ہے اور علماء نے ضرورت کے تحت خون چڑھانے کی اجازت دی ہے۔ اور چونکہ ہر شخص کا خون ہر شخص کے جسم کے لیے مناسب نہیں ہوتا بلکہ خون کا گروپ یکساں ہونا ضروری ہے، اور ہر مریض کے لیے ضرورت کے وقت خون دینے والا مشکل سے میسر آتا ہے اور اگر میسر آ بھی جائے تو کوئی ضروری نہیں کہ مریض کے خون کے لیے اس کا خون موافق ہوجائے۔ اسی ضرورت کے تحت بلڈ بینک کا قیام عمل میں آیا ہے جس کے اندر مختلف نوعیت کے خون علیحدہ علیحدہ رکھے ہوتے ہیں، جس سے مریض کے مناسب حال خون لیا جاسکتا ہے۔

اس لیے ایسے بنک طبی ضرورت بن گئے ہیں اور ایسے بنک کے قیام میں کوئی حرج نہیں ہے بلکہ اگر مسلم اور غیر مسلم کے خون کی بھی آمیزش ہوگئی تو اس سے بھی کوئی فرق نہیں پڑتا۔ مسلم کو غیر مسلم کا خون چڑھایا جاسکتا ہے اسی طرح غیر مسلم کو مسلم کا خون چڑھایا جاسکتا ہے۔

جہاں تک خون کے خرید وفروخت کا مسئلہ ہے تو اس سلسلے میں مجمع الفقہ الاسلامی کے اجلاس کی قرارداد پیش خدمت ہے: ''خون کا فروخت کرنا اور اس کا عوض لینا جائز نہیں، صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ اللہ تعالی جب کسی چیز کو حرام فرماتے ہیں تو اس کی قیمت کو بھی حرام کردیتے ہیں، اسی طرح یہ بھی ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے خون کی بیع سے منع فرمایا، تاہم اگر طبی اغراض کے تحت خون چڑھانا ضروری ہوجائے اور بلا عوض حاصل نہ ہوسکے تو چونکہ ضرورت کی وجہ سے بقدر ضرورت ناجائز چیزیں جائز ہوجاتی ہیں، اس لیے ایسی صورت میں خریدار کا معاوضہ دے کر خون حاصل کرنا حلال ہے، اور گناہ معاوضہ لینے والے پر ہے، ہاں! ازراہ ترغیب اس کار خیر میں حصہ لینے کے لیے بطور انعام وتحفہ کے کچھ دے دیا جائے تو کوئی حرج نہیں کہ یہ تبرعات کے قبیل سے ہے نہ کہ معاوضات کے۔

(جدید فقہی مسائل 1/336)

رہا مسئلہ سپرم بنک کے قیام کا تو اس کی وضاحت سے پہلے ہم یہ بیان کردینا مناسب سمجھتے ہیں کہ بچے کی پیدائش کا تو ایک فطری طریقہ ہے کہ نر و مادہ کے ملاپ کے بعد تخلیق کا عمل شروع ہوتا ہے، لیکن کچھ لوگ بعض عوارض کی وجہ سے فطری ملاپ کے ذریعہ بچے پیدا کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتے اور انہیں بچے کی خواہش ہوتی ہے، ایسے لوگوں کے لیے طب کی دنیا میں ایک سائنسی طریقہ رائج ہے جس کے ذریعہ تخلیق کے عمل کو آسان کیا جاتا ہے، جسے ہم ٹسٹ ٹیوب بے بی کے نام سے جانتے ہیں، اِس کی بنیادی طور پر دو صورتیں ہیں۔ پہلی شکل یہ کہ اجنبی مرد وعورت کے مادہ منویہ اور بیضۃ المنی کو باہم ملا کر تخلیق عمل میں آئے، یا دو اجنبی مادے کسی ٹیوب میں خلط کئے جائیں اور کسی عورت کے رحم میں ڈال دیا جائے، اِسی عمل کے لیے آج سپرم بنک کا بھی قیام عمل میں آچکا ہے، جس میں پہلے سے سپرم موجود ہوتا ہے اور ایک عورت اپنی خواہش کے مطابق جس معیار کا سپرم چاہے حاصل کرکے بچے پیدا کرسکتی ہے، یہ طریقہ اسلامی شریعت کے سراسر منافی ہے، بلکہ ناجائز اور حرام ہے، اِس سے نسب کا اختلاط ہوتا ہے اور زنا کی ممانعت کی اصل وجہ اختلاط نسب ہی ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: **لایحل لامرء ی یؤمن باللہ والیوم الآخر أن یسقي ماء ہ زرع غیرہ** ''اللہ اور آخرت پر ایمان رکھنے والے کسی شخص کے لیے روا نہیں کہ اپنے پانی سے دوسرے کی کھیتی کو سیراب کرے۔''

ٹسٹ ٹیوب کی دوسری شکل جو جائز ہے اور لاولد مرد وعورت کے لیے امید کی کرن بھی ہے، وہ یہ کہ زن وشوہر کے مادے انجکشن کے ذریعہ عورت کے رحم تک پہنچائے جائیں، یا دونوں کے مادے حاصل کئے جائیں اور ٹیوب میں مخصوص مدت تک اُن کی پرورش کی جائے پھر اُس کی بیوی کے رحم میں اُسے منتقل کردیا جائے، اگر یہ عمل قابل اعتماد ڈاکٹر کی نگرانی میں انجام پارہا ہے تو اس کی علماء نے اجازت دی ہے۔

سوال: کیا اللہ کے رسول ﷺ نے کسی کو اپنے ہاتھ سے قتل کیا ہے؟ (احمد اللہ، کویت سٹی)

جواب: ہاں! اللہ کے رسول ﷺ نے غزوہ احد میں ابی بن خلف کو اپنے ہاتھ سے قتل کیا تھا، یہی وہ تنہا شخص ہے جو اللہ کے رسول ﷺ کے ہاتھ سے قتل ہوا۔

اللہ کے رسول ﷺ رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجے گئے تھے، اور آپ کے ہاتھ سے ایک شخص کا قتل ہونا آپ کے رحمۃ للعالمین ہونے کے منافی نہیں، بلکہ اس میں بذات خود آپ ﷺ کی رحمت جھلکتی ہے، آپ فوج کے کمانڈر تھے، اور ۲۹ غزوات میں بنفس نفیس شرکت کی تھی، اس کے باوجود ایک آدمی ہی آپ کے ہاتھ سے مرا، رہا ابی بن خلف کو قتل کرنے کا معاملہ تو اللہ کا یہ دشمن اللہ کے رسول ﷺ کو ہمیشہ دھمکی دیا کرتا تھا کہ میں اپنے گھوڑے کو چارہ کھلا کر فربہ کررہا ہوں تاکہ اس پر سوار ہوکر تجھے قتل کرسکوں۔ ظاہر ہے یہاں اللہ کے رسول ﷺ کا ردعمل یہ نہیں ہوسکتا تھا کہ لو! میری جان حاضر ہے، مجھے قتل کردو، بلکہ اللہ کے رسول ﷺ نے طبعی بات کہی کہ میں تجھے قتل کروں گا۔ ان شاء اللہ۔ آپ ﷺ کو ابی بن خلف اذیت پہنچانے میں ہراول دستہ تھا، یہ شرارت پسند انسان جنگ احد میں پوری تیاری کے ساتھ آیا تھا کہ آپ کا سر قلم کرکے رہے گا، اللہ کے رسول ﷺ جب ادھر ادھر متوجہ ہوتے تو کہتے کہ ابی بن خلف میرے پیچھے آئے تو بتانا، مبادا وہ پیچھے سے مجھ پر حملہ کردے۔ اسی اثنا ابی بن خلف اپنے گھوڑے پر اِتراتا ہوا دکھائی دیا جو آپ ﷺ کی طرف پیش قدمی کررہا تھا اور چلا رہا تھا: اے محمد! اگر تم بچ گئے تو میرا جینا بیکار ہے صحابہ نے اللہ کے رسول ﷺ کو بتایا تو آپ نے فوراً اس کی طرف نیزہ مارا اور وہ زمین پر دھرام سے گر گیا۔ اب آپ ہی بتائیے کہ کوئی آدمی آپ کے گھر میں چوری کے لیے گھس جائے اور آپ کی جان کے درپے ہو تو آپ اگر اسے قتل کردیتے ہیں تو کیا آپ کو قاتل کہا جائے گا؟ نہیں بلکہ آپ بہادر قرار پائیں گے۔

43 agust2012.indd 17 9/12/12 5:31 PM

محمد خالد اعظمی (کویت)
khalid.azmi64@gmail.com

مشہور اسلامی اسکالر

جناب خلیل الرحمٰن چشتی کے ساتھ ایک ملاقات

رمضان المبارک کے موقع سے کویت میں مقیم مختلف کمیونٹی کے ذمہ داران اپنے قائدین ،اسکالرز اور علمائے کرام کو مدعوکرتے ہیں تاکہ ان سے مستفید ہوسکیں۔امسال مشہور اسلامی اسکالر جناب مولانا خلیل الرحمٰن چشتی اسلامک ایجوکیشن کمیٹی کی دعوت پر کویت تشریف لائے تھے،ہم نے اس مناسبت سے ماہنامہ مصباح کے لیے ان سے انٹرویو لیا جو ذیل کے سطور میں پیش خدمت ہے:

سوال: کیا اپنے ابتدائی احوال وکوائف اور تعلیمی سفر کا تذکرہ کرنا پسند کریں گے؟

جواب: میری پیدائش ۱۹۵۲ء میں ہندوستان کے مشہور شہر حیدرآباد دکن میں ہوئی۔ابتدائی تعلیم کے بعد ۱۹۷۱ء میں آندھراپردیش زرعی یونیورسٹی سے گریجویشن کیا،اور ماسٹر بھی کررہا تھا کہ یونیورسٹی آف کیلفورنیا میں داخلہ ہوگیا، لہذا ہندوستان چھوڑکر امریکہ چلا گیا اور دوسال ۱۹۷۳ء تا ۱۹۷۴ء اس یونیورسٹی سے منسلک رہا اور زراعت میں ماسٹر کی ڈگری حاصل کی۔

سوال: ماسٹر کی ڈگری حاصل کرنے کے بعد کیا پروگرام بنایا؟

جواب: زراعت میں ماسٹر کی ڈگری حاصل کرنے کے بعد میں نے کینیڈا کا رخ کیا اور وہاں ۱۹۷۵ء تا ۱۹۸۰ء پانچ سالوں تک مقیم رہا۔حصول معاش کے سلسلے میں خلیجی ممالک کو ترجیح دیتے ہوئے ۱۹۸۰ء میں سعودی عرب آ گیا۔اس دوران کمپنی نے مجھے بحرین بھی بھیجا،موقع کو غنیمت جانتے ہوئے میں نے تحریکی کام میں دلچسپی لی اور بحرین میں جماعت کا حلقہ قائم کیا تو احباب نے مجھے ہی ۱۹۸۵ء میں پہلا ناظم اعلی منتخب کیا۔ ۱۹۸۹ء میں سعودی عرب چھوڑکر کینیڈا چلا گیا۔ ۱۹۹۰ء میں کویت آیا اور یہاں جنگ سے پہلے اور بعد میں ۱۹۹۴ء تک قیام رہا۔۱۹۹۲ء تا ۱۹۹۴ء کویت میں احباب نے ناظم اعلی منتخب کرلیا۔

کینیڈا میں قیام کے دوران ۱۹۷۵ء میں تفہیم القرآن کا مطالعہ شروع کیا، پھر اس کے بعد مولانا سید ابوالاعلی مودودی علیہ الرحمہ کی تمام کتابوں کا مطالعہ کیا۔

سوال: کینیڈا میں رہتے ہوئے کوئی خاص کام کیا؟

جواب: کینیڈا کے ایک خوبصورت شہر جو مغربی ساحل پر ہے، جس کا نام وینکوور(Vancouver) ہے وہاں پر تحریک اسلامی کا ایک حلقہ قائم کیا اور اس حلقہ کو ICNA میں ضم کردیا۔اس طرح اس علاقہ میں ICNA اور تحریک اسلامی کے بانیوں میں میرا شمار ہوتا ہے۔اللہ کا شکر ہے جس نے مجھے اوائل عمر ہی سے دنیا کے مختلف شہروں میں دعوت کی توفیق عطا فرمائی۔

سوال: ان دنوں آپ کا مستقل قیام کہاں ہے؟ اور مشغولیت کیا ہے؟

جواب: خلیج چھوڑنے کے بعد میرا مستقل قیام اسلام آباد پاکستان میں ہے،۱۹۹۴ء سے لیکر ۲۰۰۲ء تک جماعت اسلامی کے تنظیمی امور سے متعلق تھا لیکن اس کے بعد سے اب تک تصنیفی ودعوتی کام میں مشغول ہوں۔

سوال: تصنیفی میدان میں آپ نے اب تک کیا خدمات انجام دی ہیں ؟

جواب: اب تک میری مختلف موضوعات پر کل بیس کتابیں منظر عام پر آچکی ہیں،اور اتنی ہی تعداد میں زیر طبع بھی ہیں۔

سوال: اب تک کی تصنیفات میں سب سے اچھی کون سی ہے اور کس کتاب پر سب سے زیادہ محنت کرنی پڑی؟

جواب: اصول حدیث پر میری کتاب ''حدیث کی اہمیت اور ضرورت'' ہے جس پر میں نے کافی محنت کی ہے الحمدللہ اس کتاب نے کافی مقبولیت حاصل کی ہے۔دوسری کتاب '' قرآنی سورتوں کا نظم جلی'' ہے۔یہ ایک نئے طرز کا کام ہے۔قرآنی فہمی کا ایک نیا زاویہ ہے۔اس کتاب میں قرآن کی ایک سو چودہ سورتوں کا نظم جلی (Macro Structure) بیان کیا گیا ہے۔ہر سورہ کے مضامین کی وضاحت کی گئی ہے ، اور ہر سورہ کے اہم اور کلیدی الفاظ اور مضامین کو کھولا گیا ہے۔ ہر پیراگراف کا مختصر خلاصہ پیش کرکے آخر میں سورہ کے مرکزی مضمون پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ایک تیسری کتاب۔درس قرآن کی تیاری کیسے؟ کے بھی کئی ایڈیشن شائع ہوچکے ہیں، کسی مخصوص سورہ کا درس



دینا ہو، یا کسی موضوع پر درس دینا ہو، دونوں پہلوؤں سے یہ کتاب مفید ہے۔تزکیہ نفس، قیادت اور ہلاکت اقوام، مراسم نماز اور روح نماز ، انفاق فی سبیل اللہ، عقیدہ توحید، توحید وشرک وغیرہ دیگر موضوعات پر میری کتابیں ہیں۔اصول تفسیر پر بھی ایک رسالہ ہے، مولانا مودودیؒ اور احیائے دین کے نام سے بھی ایک رسالہ شائع ہوچکا ہے۔

سوال: شاعری کب سے شروع کی؟ اور کس طرح کی شاعری پسند ہے؟

جواب: شاعری کا ذوق طالب علمی کے زمانے ہی سے رہا ہے، جب میں ۱۹۶۵ء تا ۱۹۶۶ء ہائی اسکول میں تھا اسی وقت سے میں نے شاعری شروع کردی تھی لیکن میرا پہلا شعری مجموعہ امریکہ اور کینیڈا میں گزرے ہوئے تاثرات پر مشتمل ہے۔اس مجموعے کا نام ''مصحف دوراں'' ہے جبکہ دوسرا شعری مجموعہ پاکستان کے تاثرات پر مشتمل ہے۔اس کے اندر تحریکی فکر، ذاتی واردات اور ۲۰۰۵ء میں جب میری اہلیہ کا انتقال ہوا ان سے متعلقہ تاثرات پر مشتمل ہے۔اسلامی فکر کی آبیاری اور تنقیدی شعور میری شاعری کی پہچان ہوسکتی ہے۔

سوال: اپنے اشعار کے بعض نمونے سنانا پسند کریں گے؟

جواب: میں نے اپنی اہلیہ کے انتقال پر ''آدھے سفر کا ساتھی'' کے عنوان سے ایک نظم کہی تھی، جس کے چند اشعار پیش خدمت ہیں:

ممکن تھا جس قدر وہ کیا ۔شکریہ بہت
آدھے سفر میں ساتھ دیا۔شکریہ بہت
ناخن اتارتی رہیں تم میرے عمر بھر
پیوند تم نے میرا سیا۔شکریہ بہت
شادی سے لے کے موت کی مشغولیات تک
ہر گاہ جام شکر پیا ۔ شکریہ بہت

میں نے ایک نظم 'بقائے پاکستان کے لیے ایک دعا' کے نام

43 agust2012.indd 18 9/12/12 5:31 PM

سے لکھی ہے اس کے بھی چند اشعار پیش خدمت ہیں:

بہت فیض والا ہے رب تیرا نام
ترے نام ہی سے تو بنتے ہیں کام
تری حمد ہے اور ان پر سلام
جو خیر البشر ہیں، جو خیر الأنام

میری شاعری میں سماجی مسائل سے بھی تعرض کیا گیا ہے جیسے

باپ بیٹی کو کیسے بتلائے ؟
لوٹ جاتے ہیں آ کے رشتے کیوں؟

میں خالص اسلامی فکر کا علم بردار ہوں جیسے:

کسی منصور کے نہ سرمد کے ہم مقلد ہیں بس محمد کے

احسان اور تعلق باللہ بھی شاعری میں میرے محبوب موضوعات ہیں جیسے:

کبھی کبھی میں تنہائی میں بھی اچھا بن جاتا ہوں
جب محسوس میں کرتا ہوں، میری نگرانی ہوتی ہے

توحید اور بیت العنکبوت کے حوالے سے بھی لکھا ہے جیسے:

اپنے اپنے دھیان میں کتنے آئے مکڑی مکان میں کتنے

میں نے 60-50 اشعار پر مشتمل ایک طویل نعت ایک مترنم بحر میں لکھی ہے۔ اس نعت کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس میں سیرت النبی ﷺ کے کئی پہلوؤں کو اجاگر کیا گیا ہے۔ دوسری خصوصیت یہ ہے کہ اس میں نعت گوئی کے صحیح اسلامی طریقہ کار کی وضاحت کی گئی ہے۔ تیسری خصوصیت یہ ہے کہ موجودہ دور میں امت مسلمہ کے مسائل اور نئے چیلنجوں کا تذکرہ ہے کہ کس طرح یہ امت صحیح حب رسول ﷺ کی روشنی میں دنیا کے اندر انقلاب برپا کرسکتی ہے۔ چند اشعار ملاحظ فرمائیں:

زمین پر تھا اس کا راج ، پیمبری کا سر پہ تاج
مگر وہ اپنے ہاتھ سے، کرے جو گھر کا کام کاج
وہ اپنے جوتے ٹانکتا ، وہ برتنوں کو مانجھتا
وہ اپنی بکری دوہتا، وہ جس نے خود رفو کیا

سوال: آج دعوتی کام کا سب سے اچھا طریقہ کون سا ہے؟ اس کے لیے آپ کیا کر رہے ہیں؟

جواب: (چشتی صاحب نے ٹھنڈی سانس لی اور فرمایا) آج کا سب سے بڑا المیہ یہ ہے کہ لوگوں میں کتابیں پڑھنے کا رجحان کم ہوتا جا رہا ہے، چاہے وہ کسی بھی مسلک اور جماعت سے تعلق رکھتے ہوں۔ اس کے علاج کے لیے میرے ذہن میں یہ خیال آیا کہ اسلامی تعلیمات کو آڈیو اور ویڈیو پر لایا جائے، چنانچہ میں ۱۱۴ سورتوں کا نظم اور خلاصہ you-tube اور face book پر لانے میں کامیاب ہوگیا ہوں، ساتھ ہی اربعین نووی، اور اللولوء والمرجان کا بھی متن، ترجمہ اور مختصر تشریح لانے کی پوری کوشش ہے۔ میری خواہش ہے کہ کتاب وسنت کی پاکیزہ تعلیمات مستند حوالوں کے ساتھ تعلیم یافتہ افراد تک پہنچ جائیں۔ اس کے علاوہ تحریکی قیادت کی تربیت بھی بہت ضروری ہے کیونکہ زیادہ تر ہمارے قائدین عربی زبان سے ناواقف ہیں، ایسے لوگوں کے لیے اگلے سال سے میرا یہ منصوبہ ہے کہ عربی زبان وقواعد کے ۲۵۰ دروس twitter، face book، you-tube وغیرہ پر ڈال دیئے جائیں تاکہ وہ عربی زبان وادب سے قریب ہوں اور عربیت کا ذوق تحریک میں عام ہوجائے۔

سوال: پاکستان میں غیر مسلموں کے اندر دعوتی کام کیسا ہو رہا ہے؟ اور کیا آپ پاکستان میں دعوتی کام سے مطمئن ہیں؟

جواب: پاکستان میں باضابطہ غیر مسلموں میں دعوتی کام کا کوئی نظم نہیں ہے۔ البتہ انفرادی طور پر لوگ مشرف بہ اسلام ہو رہے ہیں اور قبول اسلام کا اعلان آئے دن اخبارات ورسائل میں ہوتا رہتا ہے۔ دعوتی کام کی نوعیت ہی ایسی ہے کہ ایک داعی کسی بھی مسلک کے دعوتی کام پر اطمینان کا اظہار نہیں کرسکتا۔ خلاصہ یہ سمجھیں کہ دعوتی کام کی رفتار سست ہے، مزید تیز کرنے کی ضرورت ہے، اپنی معلومات کے مطابق بشمول پاکستان کسی بھی ملک کے دعوتی کام سے میں مطمئن نہیں ہوں۔

سوال: اگر کوئی شخص دعوتی میدان میں قدم رکھنا چاہے تو اس کے بنیادی شرائط کیا ہیں؟

جواب: اگر کوئی شخص دعوت کا کام کرنا چاہتا ہے تو تین باتوں کو پیش نظر رکھے۔ پہلی بات یہ کہ وہ اپنے کام میں مخلص ہو۔ دوسری بات یہ کہ اسلام پر خود عمل کرنے والا ہو اور اللہ کے اس فرمان کو ہمیشہ اپنے سامنے رکھے: **ومن أحسن قولا ممن دعا الی اللہ وعمل صالحا وقال انني من المسلمین**۔ تیسری بات یہ کہ داعی خود کو جماعت وتنظیم سے وابستہ رکھے۔

سوال: مسلم اکثریت اور مسلم اقلیت والے ممالک میں دعوتی کام کے طریقے میں کیا فرق ہونا چاہئے؟

جواب: مسلم اکثریتی علاقوں میں اسلامی ادارے قائم کئے جائیں، اسلامی قانون اور اسلامی میڈیا کو اولیت دی جائے۔ اور جن ممالک میں مسلمان اقلیت میں ہیں وہاں کوشش کی جائے کہ مساجد کی تعمیر ہو، اسکول اور مدارس کا قیام عمل میں آئے، تاکہ مسلمانوں میں دینی ودنیوی تعلیم کے امتزاج کا اہتمام ہوسکے۔

آج کا سب سے بڑا المیہ یہ ہے کہ لوگوں میں کتابیں پڑھنے کا رجحان کم ہوتا جا رہا ہے ، چاہے وہ کسی بھی مسلک اور جماعت سے تعلق رکھتے ہوں۔

سوال: اپنے تجربات کی روشنی میں بتائیں کہ قرآن وحدیث کے ذریعہ عربی زبان کیسے سیکھی جائے؟

جواب: میں پیشہ کے اعتبار سے انجینئر ہوں اور میں نے اسی میدان میں سیاحی کی ہے لیکن کینیڈا، سعودی عرب اور کویت میں ملازمت کے دوران عربی زبان سیکھی اور کویت میں مولانا عبد القدیر اصلاحی صاحب سے قرآن پڑھنے اور سمجھنے کا ذوق پیدا ہوا۔ میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ اگر کسی کو قرآنی عربی سیکھنی ہو تو وہ بڑی آسانی سے سیکھ سکتا ہے بشرطیکہ عربی سیکھنے کا خواہاں ہو اور اس کے لیے محنت کرے۔

سوال: قرآنی عربی سیکھنے کے لیے اردو زبان میں کون سی کتاب مفید ہوگی؟

جواب: عربی زبان سیکھنے سے متعلق بہت ساری کتابیں بازار میں دستیاب ہیں لیکن میری کتاب قواعد زبان قرآن کی خصوصیت یہ ہے کہ ہر قاعدہ کی ۱۵ سے ۲۰ مثالیں قرآن کریم سے پیش کی ہیں اگر کوئی مثال قرآن میں نہیں ملی تو احادیث سے وہ مثالیں پیش کردیں۔ میری معلومات کی حد تک اردو اور عربی میں اتنی زیادہ قرآنی مثالوں کا احاطہ شاید کسی اور کتاب میں نہیں ہے۔ ڈاکٹر اسرار احمدؒ اسے عربی قواعد کا انسائیکلوپیڈیا کہا کرتے تھے۔

سوال: کویت میں مقیم اردو داں حلقے کو کیا پیغام دینا چاہیں گے؟

جواب: کویت میں رزق معاش کی تلاش میں آنے والے لوگوں کو میرا یہی پیغام ہے کہ **ولا تموتن الا وانتم مسلمون** . یہ حکم ہمیشہ اپنے پیش نظر رکھیں یعنی ہمیں اپنے اسلام پر فخر ہونا چاہئے، اور حالتِ اسلام میں موت آنے کی دعا ہونی چاہئے، گناہ گار ہونے کے باوجود توبہ واستغفار کا دامن نہیں چھوڑنا چاہئے، مایوسی کو اپنے پاس نہیں آنے دینا چاہئے، اور تزکیۂ نفس کی مسلسل کوشش کرنی چاہئے، جماعت سے وابستہ رہنا چاہیے کہ اسی میں دین ودنیا کی فلاح وبہبود ہے۔ اللہ تعالی سے ہمارے تعلق اور عوام الناس سے رابطے میں مسلسل اضافہ ہوتا رہے۔ نگاہیں آخرت اور ملاقات ربّ پر مرکوز رہیں۔ دعوت وتبلیغ کے کام کو ترک نہ کیا جائے۔

☆☆☆

43 agust2012.indd 19 9/12/12 5:32 PM

نوید سحر

حکمت کے موتی.....قرآن اور ہم

دنیا میں ہر انسان سیدھے راستے کی تلاش میں ہے اور انسان کو سیدھا راستہ صرف اس کا پیدا کرنے والا ہی دکھا سکتا ہے۔ وہ سیدھا راستہ اس کا پیدا کرنے والا اپنے نبیوں کے ذریعے اپنا کلام ہدایت اتار کر دکھاتا ہے۔ آج دنیا میں اس وقت مسلمان ہی وہ خوش قسمت لوگ ہیں جن کے پاس اللہ کا کلام بالکل محفوظ ہر قسم کی تبدیلی سے پاک ٹھیک ٹھیک انہیں الفاظ میں موجود ہے جن الفاظ میں وہ اللہ کے رسولؐ برحق پر اترا تھا اور دنیا میں اس وقت مسلمان ہی وہ بدقسمت لوگ ہیں جو اپنے پاس اللہ کا کلام رکھتے ہیں اور پھر بھی اسکی برکتوں اور بے حد وحساب نعمتوں سے محروم ہیں۔ قرآن ان کے پاس اس لئے بھیجا گیا تھا کہ وہ اسکو پڑھیں، سمجھیں، اس کے مطابق عمل کریں۔ اور اس کو لے کر خدا کی زمین پر خدا کے قانون کو نافذ کریں۔ وہ انکو عزت اور طاقت بخشنے آیا تھا۔ وہ انہیں زمین پر خدا کا اصلی خلیفہ بنانے آیا تھا اور تاریخ گواہ ہے کہ جب انہوں نے اسکی ہدایت کے مطابق عمل کیا تو اس نے ان کو دنیا کا امام و پیشوا بنا کر بھی دکھا دیا۔ مگر اب ان کے ہاں اس کا مصرف سوائے اس کے کچھ نہیں رہا کہ گھر میں اسکو رکھ کر جن بھوت بھگائیں اس کی آیتوں کو لکھ کر گلے میں باندھیں اور گھول کر پئیں اور محض ثواب کے لئے بے سمجھے بوجھے پڑھ لیا کریں۔ اب یہ اس سے زندگی کے معاملات میں ہدایت نہیں مانگتے۔ یہ اس سے نہیں پوچھتے کہ ہمارے عقائد کیا ہونے چاہئیں؟ ہمارے اعمال کیسے ہونے چاہئیں؟ ہم زندگی کیونکر بسر کریں؟ دشمنی اور دوستی میں کس قانون کی پابندی کریں؟ خدا کے بندوں اور خود اپنے نفس کے حقوق ہم پر کیا ہیں اور انہیں کس طرح ادا کریں؟ ہمارے لئے حق کیا ہے اور باطل کیا ہے؟ اطاعت ہمیں کس کی کرنی چاہئے اور نافرمانی کس کی؟ تعلق کس سے رکھنا چاہئے اور کس سے نہ رکھنا چاہئے؟ ہمارے لئے عزت اور فلاح اور نفع کس چیز میں ہے اور ذلت اور نامرادی اور نقصان کس چیز میں ہے؟ یہ سارے باتیں اب مسلمانوں نے قرآن سے پوچھنی چھوڑ دی ہیں۔ اب یہ کافروں اور مشرکوں سے گمراہ خودغرض اور راہِ راست سے ہٹے ہوئے لوگوں سے اور خود اپنے نفس کے شیطان سے ان باتوں کو پوچھتے ہیں۔ اور انہی کے کہنے پر چلتے ہیں۔ اس لئے خدا کو چھوڑ کر دوسروں کے حکم پر چلنے کا جو انجام ہونا چاہئے وہی ان کا ہوا اور آج مسلمان اس کا نتیجہ ہر جگہ بری طرح بھگت رہے ہیں۔ قرآن تو خیر کا چشمہ ہے جتنی خیر تم اس سے مانگو گے یہ تمہیں دے گا۔ تم اس سے محض جن بھوت بھگانا اور کھانسی بخار کا علاج اور مقدمہ کی کامیابی اور نوکری کا حصول اور ایسی چھوٹی چھوٹی ذلیل اور بے حقیقت چیزیں مانگتے ہو تو یہی تمہیں ملیں گی۔ اگر دنیا کی بادشاہی اور روئے زمین کی حکومت مانگو گے تو وہ بھی ملے گی۔ اور عرشِ الٰہی کے قریب پہنچنا چاہو گے تو یہ تمہیں وہاں بھی پہنچا دے گا۔ یہ تمہارے اپنے ظرف کی بات ہے کہ سمندر سے پانی کی دو بوندیں مانگتے ہو، ورنہ سمندر تو دریا بخشنے کے لئے بھی تیار ہے۔

جو سلوک ہم اس کتاب کے ساتھ کرتے ہیں وہ اس قدر مضحکہ خیز ہے کہ اگر ہم خود کسی دوسرے معاملہ میں کسی شخص کو ایسی حرکتیں کرتے دیکھیں تو اسکی ہنسی اڑائیں بلکہ اس کو پاگل قرار دیں۔ بتایئے اگر کوئی شخص حکیم سے نسخہ لکھوا کر لائے اور اسے کپڑے میں لپیٹ کر گلے میں باندھ لے یا اسے پانی میں گھول کر پی جائے تو اسے آپ کیا کہیں گے؟ کیا آپ کو اس پر ہنسی نہ آئے گی اور آپ اسے بیوقوف نہ سمجھیں گے؟ مگر سب سے بڑے حکیم نے آپ کے امراض کے لئے شفا اور رحمت کا جو بینظیر نسخہ لکھ کر دیا ہے۔ اس کے ساتھ آپ کی آنکھوں کے سامنے دن رات یہی سلوک ہو رہا ہے اور کسی کو اس پر ہنسی نہیں آتی۔ کوئی نہیں سوچتا کہ نسخہ گلے میں لٹکانے اور گھول کر پینے کی چیز نہیں ہے بلکہ اس لئے ہوتا ہے کہ اسکی ہدایت کے مطابق دوا استعمال کی جائے۔

بتایئے اگر کوئی شخص بیمار ہو اور وہ علم طب کی کوئی کتاب لیکر پڑھنے بیٹھ جائے اور یہ خیال کرے کہ محض اس کتاب کو پڑھ لینے سے بیماری دور ہو جائے گی تو آپ اسے کیا کہیں گے کیا یہ نہ کہیں گے کہ بھیجو اسے پاگل خانے میں اس کا دماغ خراب ہو گیا ہے۔ مگر شافی مطلق نے جو کتاب آپ کے امراض کا علاج کرنے کے لئے بھیجی ہے اس کے ساتھ آپ کا یہی برتاؤ ہے۔ آپ اسکو پڑھتے ہیں اور کہ خیال کرتے ہیں کہ بس اس کے پڑھ لینے ہی سے تمام امراض دور ہو جائیں گے اس کی ھدایات پر عمل کرنیکی ضرورت نہیں نہ ان چیزوں سے پرہیز کی ضرورت ہے جن کو یہ مضر بتا رہی ہے۔ پھر آپ خود اپنے اوپر وہی حکم کیوں نہیں لگاتے جو اس شخص پر لگاتے ہیں جو بیماری دور کرنے کے لئے صرف علم طب کی کتاب پڑھ لینے کو کافی سمجھتا ہے۔

آپ کے پاس اگر کوئی خط ایسی زبان میں آتا ہے جسے آپ جانتے نہ ہوں تو آپ دوڑے ہوئے جاتے ہیں کہ اس زبان کے جاننے والے سے اس کا مطلب پوچھیں۔ جب تک آپ اس کا مطلب نہیں جان لیتے آپ کو چین نہیں آتا۔ یہ معمولی کاروبار کے خطوط کے ساتھ آپ کا برتاؤ ہے جن میں زیادہ سے زیادہ چار پیسوں کا فائدہ ہو جاتا ہے۔ مگر خداوند عالم کا جو خط آپ کے پاس آیا ہوا ہے اور جس میں آپ کے لئے دین و دنیا کے تمام فائدے ہیں، اسے اپنے پاس یونہی رکھ چھوڑتے ہیں اس کا مطلب سمجھنے کے لئے کوئی بے چینی آپ میں پیدا نہیں ہوتی، کیا یہ حیرت اور تعجب کا مقام نہیں؟



قرآن کی فریاد . . . .

طاقوں میں سجایا جاتا ہوں آنکھوں سے لگایا جاتا ہوں
تعویذ بنایا جاتا ہوں دھو دھو کے پلایا جاتا ہوں
جس طرح طوطا مینا کو کچھ بول سکھائے جاتے ہیں
اس طرح پڑھایا جاتا ہوں اس طرح سکھایا جاتا ہوں
جب قول وقسم لینے کے لئے تکرار کی نوبت آتی ہے
پھر میری ضرورت پڑتی ہے ہاتھوں پہ اٹھایا جاتا ہوں
یہ مجھ سے عقیدت کے دعوے قانون پہ راضی غیروں کے
یوں بھی مجھے رسوا کرتے ہیں ایسے بھی ستایا جاتا ہوں
کس بزم میں میرا ذکر نہیں کس عرس میں میری دھوم نہیں
پھر بھی اکیلا رہتا ہوں مجھ سا بھی کوئی مظلوم نہیں

(ماہر القادری)

مقامِ قرآن

قرآن کو ہمیشہ اس حیثیت سے پڑھیں کہ یہ خدائی قانون کی کتاب ہے۔ جو تمام انسانوں کے لئے قانون زندگی ہے۔ سچائی اور انصاف کے اعتبار سے بھی بہترین قانونِ زندگی ہے جو زندگی کے تمام گوشوں میں اصل راہنمائی کرتا ہے۔ جس کے ذریعہ سے دنیا میں امن قائم ہوتا ہے۔

اسلامک ایجوکیشن کمیٹی کے تحت
دروس القرآن ۔ جلیب الشیوخ میں
(وزارۃ الاوقاف والشؤن الاسلامیہ کی اجازت سے)
(مزید معلومات کے لئے رابطہ کریں 65052471)

مسجد	دن	وقت
محمد حسین الانبعی	جمعہ	بعد نمازِ جمعہ
عبدالله المحیجن	اتوار	بعد نمازِ عشاء
ناصر الحمد . عباسیه	ہفتہ	بعد نمازِ عشاء
فهد الفلیج . عباسیه	جمعرات	بعد نمازِ عشاء
دغیمان المطیری	جمعہ	بعدنمازِعشاء

اسلامک ایجوکیشن کمیٹی کویت
ieckuwait@hotmail.com

43 agust2012.indd 20 9/12/12 5:32 PM

عالمی خبریں

خبر ونظر

مائنمار کے مسلمانوں کو خادم الحرمین کی امداد

جدہ: خادم الحرمین الشریفین شاہ عبداللہ نے مائنمار میں روہنگیا مسلمانوں کے لئے پچاس ملین ڈالر کی امداد فراہم کرنے کا اعلان کیا۔ وہاں مسلمانوں پر کافی مظالم ڈھائے جارہے ہیں اوران کی نسل کشی کی جارہی ہے اورانہیں بے گھر اور ملک بدر ہونے پر مجبور کیا جارہا ہے۔

قرآن مجید کے نسخوں کی تقسیم

مدینہ منورہ: کنگ فہد کمپلکس برائے اشاعت قرآن مدینہ منورہ نے ماہ جون وجولائی کے دوران قرآن کے مختلف سائز کے ۱۲لاکھ ۸۳ہزار نسخے اورمختلف قراء کی تلاوت کے ایک ہزار ۳۴۶ آڈیوسی ڈیز اندرون اور بیرون ملک تقسیم کئے ہیں۔

داعی اسلام شیخ یوسف ایسٹس کو پرسنالٹی آف دی ایر کا خطاب

دبئی: ڈاکٹر شیخ یوسف ایسٹس کو قرآنی تعلیمات عام کرنے کے لئے دبئی انٹرنیشنل ہولی قرآن ایوارڈ کے سولہویں سیشن کی جانب سے پرسنالٹی آف دی ایر کا خطاب دیا گیا۔ انہوں نے کہا کہ اگر ہم مغربی ممالک کو صحیح اسلام، قرآن کی تعلیمات دیتے تو آج ہمیں وہ دہشت گرد نہیں سمجھتے، انہوں نے مزید کہا کہ اگر کوئی غیر مسلم خلوص دل سے اللہ سے ہدایت مانگے تو اسکو ضرور ہدایت نصیب ہوتی ہے۔ ایسا ہی میں نے ۱۹۹۱ء میں کیا تھا۔ انہوں نے مزید کہا کہ اس وقت دنیا میں تقریباً دو کروڑ حفاظ کرام ہیں جو قرآن کو اپنے سینوں میں محفوظ کر کے زندگی گزار رہے ہیں۔

وہ یکم جنوری ۱۹۴۴ء میں امریکہ میں پیدا ہوئے وہ اسلامی جلسوں میں ایک اچھے مقرر کی حیثیت سے شرکت کرتے ہیں نیز اسلامک سٹیلائٹ ٹی وی چینلوں پر کافی عرصہ سے اپنا گراں قدر تعاون پیش کررہے ہیں۔ اسلام مسلمانوں اورانسانیت کے لیے ان کی خدمات لائق قدر ہیں۔

نقاب پوش خواتین کا ٹی وی چینل

قاھرہ: ماہ رمضان کے آغاز سے مصر میں ماریہ کے نام سے نقاب پوش خواتین کے لئے ایک نیا ٹیلی ویژن چینل شروع کیا گیا ہے۔ اس چینل میں کام کرنے والی تمام خواتین نقاب پوش ہیں۔ چاہے وہ کیمرے کے سامنے ہوں یا اس کے پیچھے۔ مصر میں باپردہ خواتین کے ٹی وی چینل کے سامنے آتے ہی مغربی میڈیا نے اس کے خلاف بھرپور مہم شروع کردی ہے۔

ڈاکٹر عمر بن سلیمان الأشقر کا انتقال

عمان: اردن یونیورسٹی کے شریعہ کالج کے پروفیسر عصر حاضر کے ایک ممتاز عالم دین، علم وعمل اور میدان جہاد کے شہسوار شیخ احمد یاسین شہید کے ساتھی ڈاکٹر عمر بن سلیمان الأشقر طویل علالت کے بعد ۷۲سال کی عمر میں اردن کے دارالخلافہ عمان ۱۰ اگست بروز جمعہ اللہ کو پیارے ہوگئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ شیخ کئی سال سے اردن میں اپنے خاندان کے ہمراہ مقیم تھے۔ اورعارقہ قلب سمیت کئی دوسری بیماریوں کے شکار تھے۔

شیخ الاشقر ۱۹۴۰ء میں فلسطین کے نابلس صوبہ کے برقہ نامی گاؤں میں پیدا ہوئے۔ تیرہ سال کی عمر میں فلسطین چھوڑ کر مدینہ منورہ میں پناہ لی اور ثانوی تک کی تعلیم مدینہ منورہ میں حاصل کی، گریجویشن جامعہ الامام محمد بن سعود ریاض سے کیا۔ کچھ سالوں تک جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کی لائبریری میں ملازمت کی، ۱۹۶۵ء میں کویت آئے، اس دوران ایم اے اور ۱۹۸۰ء میں ڈاکٹریٹ کی ڈگری جامع ازہر قاہرہ سے حاصل کی۔ ۱۹۹۰ء تک کویت میں مقیم رہے، اس کے بعد اردن تشریف لے گئے اور وہیں زندگی کی آخری سانس لی۔ شیخ نے دودرجن سے زائد اسلامی علوم پر کتابیں تصنیف کی ہیں۔

وسط ایشیا کی سب سے بڑی مسجد

آستانہ: قزاخستان کی راجدھانی آستانہ میں وسط ایشیا کی سب سے بڑی مسجد کو شہر کے ۱۴ویں یوم تأسیس کے موقع پر نمازیوں کے لئے کھول دی گئی۔ اس موقع پر صدر نور سلطان نظر بائیف بھی موجود تھے۔ یہ مسجد ۱۷۵۰۰ مربع میٹر رقبہ میں بنی ہوئی ہے۔ اس کے اوپر ۵۱ میٹر کی سینٹرل گنبد ہے۔ اس کے علاوہ دیگر ۸ گنبد بھی ہیں۔ واضح رہے کہ سابق سوویت ملک کی تقریباً ۷۰ فیصد آبادی سنی مسلمان ہے جو حنفی المسلک ہیں۔

قرآن مجید کی بین الاقوامی نمائش

تھران: ایران کے دارالحکومت تہران میں رمضان المبارک میں قرآن کے نسخوں کی بیسویں بین الاقوامی نمائش منعقد ہوئی۔ اس نمائش میں بچوں، بڑوں اور فیملی کو مدنظر رکھتے ہوئے قرآنی مواد ترتیب دیا گیا ہے۔ اس نمائش میں ۱۵۰ نمائش کنندگان اپنے قرآنی مجموعے نمائش کے لیے پیش کئے۔

برطانوی خاتون مشرف بہ اسلام

غزہ پٹی: ۴۹ سالہ برطانوی خاتون این کینیڈی نے اسرائیلی ناکہ بندی کے شکار غزہ پٹی میں ماہ رمضان کے دوران اسلام قبول کرلیا اور اپنا اسلامی نام خدیجہ رکھا۔ خدیجہ نے فلسطینی مسلم علماء انجمن کے مرکزی دفتر میں ایک پریس کانفرنس میں اعلان کیا کہ وہ غزہ پٹی میں فلسطینیوں پر اسرائیل کے مظالم اور

محمد خالد اعظمی (کویت)

اسلامی تعلیمات سے واقفیت کے بعد اسلام قبول کرنے پر مجبور ہوگئیں۔

قبلہ کا رخ بتانے والی جائے نماز

لندن: برطانیہ کی ایک کمپنی نے ایک ایسی جائے نماز تیار کی ہے جو قبلہ رخ ہوتے ہی روشن ہوجاتی ہے۔ اس جائے نماز میں ایسا قطب نما لگایا گیا ہے جو ڈیجیٹیل ہے۔ اس جائے نماز سے قبلہ درست کرنے میں کافی مدد ملتی ہے، یہ تب ہی روشن ہوگی جب اس کا رخ قبلہ کی طرف ہوگا اس کے علاوہ اس کی کئی اورخصوصیات ہیں۔ اس کے ڈیزائن میں ترکی کی مشہور نیلی مسجد کی جھلک ہے۔ بنیادی طور پر تو یہ جائے نماز' کالے رنگ کی ہے مگر اس کے ڈیزائن میں خانہ کعبہ کی جھلک ہے۔

برطانیا کی کمپنی اوزن نے چھ سال قبل اس پروجیکٹ پر کام شروع کیا تھا۔ اس انوکھی جائے نماز کے پروجیکٹ کو بڑے پیمانے پر پرموٹ کرنے کے لیے اس وقت ۳۵ کمپنیوں نے دلچسپی ظاہر کی ہے۔ اس کی قیمت پانچ سوامریکی ڈالر ہے۔

سعودی خاتون عیسائیت سے تائب

اسٹاک ھوم: ۳۰ سالہ سعودی خاتون جو مبینہ طور پر عیسائیت قبول کرنے کے بعد سعودی عرب سے فرار ہوچکی تھی، اب اپنے وطن واپسی کے لیے مدد کی درخواست کی ہے۔ یہ خاتون عیسائیت قبول کرنے کے بعد سویڈن میں ایک عیسائی خیراتی ادارے میں رہ رہی ہے جہاں وہ زندگی کے سنگین بحران میں پھنس چکی ہے جس سے نجات حاصل کرنے کے لیے اپنے وطن واپس ہوکر خاندان میں شامل ہونا چاہتی ہے۔

چین میں رمضان کے روزوں پر پابندی

بیجنگ: چین کے شورش زدہ شمالی مغربی صوبہ زنجیانگ میں انتظامیہ نے ماہ رمضان میں مسلم افسروں اور طلبہ کو روزہ رکھنے سے روکنے کی مذموم کوشش کی۔ چین کی کئی سرکاری ویب سائٹس پر ہدایت جاری کی گئیں جن میں کمیونسٹ پارٹی کے لیڈروں کو کہا گیا کہ وہ رمضان کے دوران مسلمانوں کو ان کے مذہبی فرائض کی ادائیگی کی اجازت نہ دیں۔

روزہ رکھنے پر ملازمین برطرف

فرانس: فرانس میں ایک سمر کیمپ کے چار انسٹرکٹرس کو صرف اس وجہ سے ملازمت سے برطرف کردیا گیا کہ انہوں نے روزہ رکھا ہوا تھا۔ حکام نے جن چار مسلمانوں کو برطرف کیا ہے ان کو پیرس کے نواح میں ایک سمر اسپورٹ کیمپ میں عارضی طور پر ملازمت پر رکھا گیا تھا۔ ان چاروں کو ۲۰ جولائی کو پہلے روزے کے موقع اس وقت برطرف کیا گیا تھا جب ایک انسپکٹر نے کیمپ کا دورہ کیا۔ انسپکٹر نے ان ملازمین کو بتایا کہ وہ صبح سے لے کر رات تک کچھ کھائے پیئے بغیر بچوں کی زندگی کے لیے خطرہ بن رہے ہیں۔

43 agust2012.indd 21 9/12/12 5:32 PM

ذرا سوچیں.....!

- کیا آپ نے کبھی اس بات پر غور کیا کہ آپ کو اس دنیا میں کیوں پیدا کیا گیا ہے.....؟
- کیا آپ جانتے ہیں کہ آپ کے پیدا ہونے کے بعد آپ کی پرورش کون کر رہا ہے.....؟
- کیا آپ اس بات سے بھی واقف ہیں کہ بچپن کے بعد جوانی ہے اور جوانی کے بعد بڑھاپا ہے.....؟
- جب یہ سب کچھ آپ جانتے ہیں تو بتایئے مگر سوچ سمجھ کر کہ جس مقصد کے لیے آپ کو پیدا کیا گیا ہے کیا وہ مقصد پورا ہو رہا ہے.....؟
- آپ کی پرورش کرنے والا آپ کا پالنہار آپ سے خوش ہے یا نہیں.....؟
- آپ نے بچپن گزارا تو کیسے.....؟
- جوانی میں قدم ڈال دئے تو جوانی کے لمحات کن کاموں میں صرف کئے.....؟
- جوانی کے بعد جو بڑھاپا آیا ہے اس میں کیا کچھ کر رہے ہیں.....؟
- اور سب سے بڑی بات تو یہ کہ اب بڑھاپے کے بعد ایک اور جگہ منتقل ہونا ہے وہاں کے لیے کیا تیاریاں ہو رہی ہیں.....؟

ان سب باتوں کی طرف کبھی آپ نے دھیان دیا.....؟

- اللہ نے پیدا کیا صرف اپنی عبادت کے لیے.....تو کیا ہم خالص اُسی کی عبادت کر رہے ہیں .....؟ عبادت کسے کہتے ہیں.....؟ اور عبادت کس کی اور کیسے کرنی چاہیے.....؟ کیا ہمیں یہ سب کچھ صحیح طور سے معلوم ہے.....؟
- ہمارا پالنہار، پروردگارِ عالم ہے، وہی ہمارا مالک ہے اور مالک کی نافرمانی کرنا سب سے بڑا گناہ ہے۔ کیا ہم اپنے مالک کی فرماں برداری کر رہے ہیں.....؟
- موت ایک ایسی حقیقت ہے جسے جھٹلایا نہیں جا سکتا۔ یہ ایسی چیز ہے جس کا مزہ ہر کسی کو چکھنا ہے۔ کوئی آج، تو کوئی کل، لیکن جانا سب کو ہے۔ کیا کبھی ہم نے غور کیا کہ اس موت کے بعد ہمارا انجام کیا ہوگا.....؟ ہم فرماں برداروں میں شمار کئے جائیں گے، یا اللہ کے نافرمانوں میں ہمارا شمار ہوگا.....؟

اپنی جگہ آپ غور کیجئے پھر خود ہی جواب دیجئے!

جو شخص برائیوں، گناہ کے کاموں، شراب، جوا، لوٹ مار، ظلم و زیادتی، قتل و غارتگری، فساد، ڈرگس، نشیلی ادویات، ماؤں بہنوں کے ساتھ نازیبا سلوک.....جیسی بیماریوں میں مبتلا ہوگا۔ کیا اُسے مرنے کے بعد جنت نصیب ہوگی.....؟

یا جنت اس کا جائے سکن ہوگا جو ان ساری برائیوں سے پاک ہو کر صرف اور صرف اللہ کی فرماں برداری میں اپنی زندگی کے لمحات گزارے.....؟

خود اپنا احتساب کیجئے اور خود ہی فیصلہ لیجئے کہ آئندہ ہمیں کیا کچھ کرنا ہے اور کیا کچھ نہیں کرنا ہے۔ صحیح قدم ہم اُٹھائیں گے تو اللہ کی مدد ضرور آئے گی۔ ان شاء اللہ

(ابراہیم جمال بٹ)

